سردارِ نوجوانانِ جنت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق معتبر روایات پر مشتمل تحریر

آئینۂ قیامت

مصنّف: حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (برادرِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

فضائلِ امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اللہ عزوجل کے حقیقی دوست
میدانِ کربلا میں آمد

دس محرم الحرام اور خاندانِ رسالت
شہادت کے بعد کے واقعات
عاشوراء کے فضائل

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)
SC1286
المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی) شعبۂ تخریج

رضوی کتب خانہ بریلی شریف سے شائع شدہ قدیم نسخہ کے ٹائٹل کا عکس

مقامِ اشاعت رضوی کُتب خانہ بہاری پور بریلی

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب و رسالۂ نایاب مشعر حالاتِ شہادت
مسمّٰی بہ

آئینۂ قیامت

تالیف
حامی سنت ماحی بدعت عالم ربانی شارح شان رسالت حضرت مولانا مولوی حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب
قادری برکاتی ابو الحسینی روح اللہ روحہ و نور مرقدہ
رضوی کتب خانہ بریلی سے شائع ہوئی

الکٹرک پریس بمبئی میں چھپی
بارِ سوم
۵۰۰ جلد
قیمت فی جلد ۸/

سردارِ نوجوانانِ جنت امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت سے متعلق مستند روایات پر مشتمل تحریر

آئینۂ قیامت

مؤلف

استاذِ زمن، شہنشاہِ سخن حضرتِ علامہ مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ تخریج)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب	:	**آئینۂ قیامت**
مصنف	:	حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن
پیش کش	:	شعبۂ تخریج (مجلس المدینۃ العلمیۃ)
سن طباعت	:	محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، جنوری 2007ء
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی
قیمت	:	

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- **کراچی** : شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی فون:021-32203311
- **لاھور** : داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ فون:042-37311679
- **سردار آباد** : (فیصل آباد) امین پور بازار فون:041-2632625
- **کشمیر** : چوک شہیداں، میر پور فون:058274-37212
- **حیدر آباد** : فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن فون:022-2620122
- **ملتان** : نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ فون:061-4511192
- **اوکاڑہ** : کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال فون:044-2550767
- **راولپنڈی** : فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ فون:051-5553765
- **خان پور** : دُرانی چوک، نہر کنارہ فون:068-5571686
- **نواب شاہ** : چکرا بازار، نزد MCB فون:0244-4362145
- **سکھر** : فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ فون:071-5619195
- **گوجرانوالہ** : فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ فون:055-4225653
- **پشاور** : فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

''سلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو'' کے تئیس حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''23 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم: ''اچھی نیّت بندے کو جنّت میں داخل کر دیتی ہے۔''

(الجامع الصغیر، ص ۵۵۷، الحدیث ۹۳۲۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و {2} صلوٰۃ اور {3} تعوُّذ و {4} تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا) {5} **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا {6} حتَّی الامکان اِس کا باوُضو اور {7} قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا {8} قرآنی آیات اور {9} اَحادیثِ مبارکہ کی زِیارت کروں گا {10} جہاں جہاں ''**اللہ**'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور {11} جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا {12} (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا {13} (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت (یعنی ضرورتاً) خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا {14} کتاب مکمَّل پڑھنے کے لیے بہ نیّت حُصولِ علمِ دین روزانہ کم از کم چار صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا {15} دوسروں کو یہ **کتاب** پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا

{16 }اس حدیثِ پاک " تَھَادَوْا تَحَابُّوْا " ایک دوسرے کوتحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی (مؤطا امام مالك ، ج۲،ص۴۰۷، رقم: ۱۷۳۱،دارالمعرفة بيروت) پرعمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا {17 }جن کو دوں گا حتَّی الامکان انہیں یہ ہَدَف بھی دوں گا کہ آپ اِتنے (مَثَلاً 8) دن کے اندر اندر مکمّل پڑھ لیجیے {18 }اس کتاب کے مطالَعے کا ساری اُمّت کو ایصالِ ثواب کروں گا {19 }اس روایت "عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ " (یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔)(حلية الاولياء،حديث: ۱۰۷۵۰،ج۷،ص۳۳۵،دارالكتب العلمية بيروت) پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے گئے بُزُرگانِ دین کے واقِعات دوسروں کو سنا کر ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا {20 }شہدائے کربلا کی یاد میں ان کے ایصالِ ثواب کے لئے مدنی قافلے میں سفر کروں گا۔ {21 }مصیبت کے وقت ان کے مصائب یاد کرکے صبر کرنے کی کوشش کروں گا {22 }ہر سال ماہ محرم الحرام سے قبل ایک بار یہ کتاب پوری پڑھا کروں گا {23 }کتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔(ناشرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اچھی اچھی نیّتوں سے متعلق رَہنمائی کیلئے، امیرِ اہلسنّت دامت بَرَکاتُہم العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان "نیّت کا پھل" اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ کارڈ اور پمفلٹ مکتبة المدينه کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً طلب فرمائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینة العلمیة

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علاّمہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ علی اِحسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینة العلمیة''** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینة العلمیة'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ

سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

اس مادرِگیتی پر بلاشبہ کروڑہاانسانوں نے جنم لیااور بالآخر موت نے انہیں اپنی آغوش میں لے کران کا نام ونشان تک مٹادیالیکن جنہوں نے دین اسلام کی بقا وسر بلندی کے لیے اپنی جان، مال اوراولاد کی قربانیاں دیں اور جن کے دلی جذبات اسلام کے نام پر مر مٹنے کے لیے ہمہ وقت پختہ تھے، تاریخ کے اوراق پر انکے تذکرے سنہری حروف سے کندہ ہیں۔ان اکابرین کے کارناموں کا جب جب ذکرکیا جاتا ہے، دلوں پر رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔انکے پرسوز واقعات آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، بالخصوص واقعہ کربلا نہایت رقت وسوز کے ساتھ جذبۂ ایثاروقربانی کواُبھارتا ہے۔حضرت امام حسین اورانکے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس شان کے ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، تاریخ اسکی مثال بیان کرنے سے قاصر ہے۔ان نفوس قدسیہ نے اپنا سب کچھ لٹا دیالیکن باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔ جان دینا گوارا فرمالیا،لیکن شوکت اسلام پر حرف نہ آنے دیا۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

ماہِ محرم الحرام جب بھی تشریف لاتا ہے کربلا والوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے،شہدائے کربلا بالخصوص نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، امام عالی مقام، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کے لیے جگہ بہ جگہ محافل منعقد کی جاتی ہیں جن میں مقررین وواعظین اپنے اپنے انداز میں کربلا کے پرسوز واقعات بیان کرکے نہ صرف ان سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے بلکہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لیے ہرقسم کی قربانی پیش کرنے کا جذبہ بیدار کرتے ہیں۔ گوکہ اس واقعہ سے متعلق محررین وعلمائے کرام نے متعدد کتابیں لکھیں،جن میں سے بعض نے بہت پذیرائی حاصل کی لیکن ''آئینۂ قیامت'' کی بات

ہی الگ ہے۔ یہ شہنشاہ سخن، استاذِ زمن، برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ المنان کی تصنیف ہے اوراس کے بارے میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدارِ اہلسنت، امامُ الفقہاء حضور مفتی اعظم ہند ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن "**الفتاوی المصطفویة**" میں تحریر فرماتے ہیں: "**آئینۂ قیامت**" تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسنؔ رحمہ اللہ تعالیٰ، یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی اور مجالس میں کتنی ہی بار سنی ہوئی ہے۔

(الفتاویٰ المصطفویة، ص ٤٦٣)

خود اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، مولانا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان سے جب ذکرِ شہادت سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب[1] جو عربی میں ہے وہ یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب "**آئینۂ قیامت**" میں صحیح روایات ہیں انہیں سننا چاہیے، باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہت بہتر ہے۔" (ملفوظات اعلی حضرت، حصہ دوم، ص ۲۹۳)

الحمد للّٰہ! عزوجل تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک "**دعوتِ اسلامی**" کی مجلس "**المدینة العلمیة**" نے اکابرین وبزرگانِ اہلِ سنت کی مایہ ناز کتب کو حتی المقدور جدید انداز میں شائع کرنے کا عزم کیا ہے لہٰذا واقعۂ کربلا سے متعلق برادرِ اعلیٰ حضرت، استاذِ زمن، شہنشاہِ سخن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ المنان کی تصنیف "**آئینۂ قیامت**" دورِ جدید کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔ اس کتاب پر "**المدینة العلمیة**" کے کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

۞ "آئینۂ قیامت" کے متعدد نسخے پیش نظر رکھے گئے جن میں رضوی کتب خانہ بریلی شریف سے طبع شدہ ایک قدیم نسخہ بھی شامل ہے۔ ۞ اسی سے کمپیوٹر کمپوزنگ کا تقابل کیا گیا، نیز دیگر نسخوں

---

[1] ......سِرُّالشَّهادَتین. علمية

سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ۞ مصنف کے قائم کردہ عنوانات کے علاوہ مضمون کی مناسبت سے مزید عنوانات (Headings) بھی علمیہ کی طرف سے قائم کئے گئے ہیں اورانہیں بین القوسین (اس انداز میں { میدانِ کربلا میں آمد }) لکھا گیا ہے ۞ اَحادیث وروایات وغیرہا کی حتی المقدور تخریج کی گئی ہے ۞ کنزالایمان کا ذوق رکھنے والوں کے لیے حواشی میں آیات کے تراجم کنزالایمان سے دیئے گئے ہیں ۞ مصنف اور علمیہ کے حواشی میں تفریق کے لیے علمیہ کے حواشی کے آگے ''علمیہ'' لکھا گیا ہے ۞ تخریج کے دوران جن مقامات میں اختلاف تھا کتابت کی غلطی پر محمول کرتے ہوئے ان کی تصحیح کردی گئی ہے، تفصیل اسطرح ہے: متن میں سلیمان بن مروجز خزاعی تھا اس کے بجائے سلیمان بن صرد خزاعی لکھا ہے اسی طرح منجز کے بجائے بلنجر، کوہِ ذوحشم کے بجائے کوہِ ذوحسم، طراح بن عدی کے بجائے طرماح بن عدی، عبداللہ بن ابی المحلی بن خرام کے بجائے عبداللہ بن ابی المحل بن حزام، زیادہ کا غلام یسار کے بجائے زیاد کا غلام یسار، مشروق بن وائل کے بجائے مسروق بن وائل اور مزاحم بن حرث کے بجائے مزاحم بن حریث لکھا ہے، اس کے علاوہ آخری صفحات میں ۞ شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی مایہ ناز تالیف فیضانِ سنت جلد اوّل سے فضائلِ عاشورہ بھی شامل کئے گئے ہیں اور ۞ کتاب کے آخر میں مآخذ ومراجع کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

ان تمام امور کوممکن بنانے کے لیے ''مجلس المدینة العلمیة'' کے مَدَنی علماء دامت فیوضہم نے بڑی محنت ولگن سے کام کیا اورحتی المقدور اس کتاب کو احسن انداز میں پیش کرنے کی سعی کی۔ اللہ عزوجل انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے اور اخلاص واستقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے اوردعوتِ اسلامی کی مجلس ''المدینة العلمیة'' اور دیگر مجالس کو دن گیارھویں رات بارھویں ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

شعبۂ تخریج مجلس المدینۃ العلمیۃ

فہرس

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
12	حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں فضل شہادت کی حاضری	1
12	فضائل امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما	2
14	محبوبانِ بارگاہِ الٰہی اور قانونِ قدرت	3
15	سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری	4
19	اللہ عزوجل کے حقیقی دوست	5
20	یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان	6
20	امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور بھائی کو نصیحت	7
24	امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے	8
30	کوفیوں کی شرارت اور امامِ مسلم کی شہادت	9
33	امامِ جنت مقام مکہ سے جاتے ہیں	10
38	ابنِ زیاد کی جانب سے ناقہ بندی	11
39	زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت	12
40	امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر	13
41	حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد	14
43	کوفیوں کی بے وفائی اور قیس بن مسہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر	15
45	امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب دیکھنا	16
45	ابنِ زیاد کی طرف سے امامِ عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سختی کا حکم	17

18	نواسۂ رسول کی شب میں روانگی	46
19	میدانِ کربلا میں آمد	47
20	امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند ہونا	48
21	ابن سعد کا ابن زیاد کو خط اور شمر کا امام کے خلاف ورغلانا	48
22	شمر کی ابن سعد کے پاس آمد	49
23	خواب میں جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تشریف آوری	50
24	لشکر امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقابلے کی تیاری	51
25	اب قیامت قائم ہوتی ہے	53
26	دس محرم الحرام اور خاندانِ رسالت پر ظلم و ستم کا آغاز	57
27	حضرت حر کی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت	60
28	مقابلے کا با قاعدہ آغاز	62
29	چمنِ رسالت کے مہکتے پھولوں کی شہادت کی ابتداء	71
30	امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوتے ہیں	73
31	تاریخ کا پچھلا حصہ اور امام تشنہ کام کی شہادت	78
32	جگر گوشۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پرسوز شہادت	79
33	شہادت کے بعد کے واقعات	85
34	سرِ انور کی کرامات	87
35	قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بدبختوں کا عبرت ناک انجام	90
36	فضائل عاشوراء	93
37	مآخذ ومراجع	99

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا

و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین.

{حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں فضل شہادت کی حاضری}

ہمارے حضور پرنور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات وصفات کا مجمعِ خلق فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سے اوصافِ حمیدہ وخصائلِ پسندیدہ کسی مَلک ، کسی بشر، کسی رسول، کسی پیغمبر میں ممکن نہیں۔ بنظر ظاہر، صرف فضلِ شہادت ،اس بارگاہِ عرش اشتباہ کی حاضری سے محروم رہا۔ اس کی نسبت علمائے کرام کا خیال ہے اور کتنا نفیس خیال ہے کہ جنگِ اُحُد شریف میں اس روحِ مصور، جانِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہونا سب شہیدوں کی شہادت سے افضل ہے۔ اور جس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا تعلقِ خاطر شہزادوں کے ساتھ خیال میں آتا ہے تو اس امر کے اظہار میں کچھ بھی تامل نہیں رہتا کہ ان حضرات کی شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کی شہادت ہے اور انہوں نے نیابۃً اس شرف کو سرسبزی وسرخروئی عطا فرمائی۔

{فضائل امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما}

ایک بار حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوکر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شانۂ مبارک پر سوار ہوگئے ،ایک صاحب نے عرض کی: صاحبزادے آپکی سواری کیسی اچھی سواری ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اور سوار کیسا اچھا

سوار ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب ابی محمدالحسن...الخ،الحدیث ۳۸۰۹،
ج۵،ص۴۳۲)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سجدے میں تھے کہ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت مبارک سے لپٹ گئے ،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کوطول دیا کہ سر اٹھانے سے کہیں گر نہ جائیں۔

(مسند ابی یعلی،مسند انس بن مالك،الحدیث ۳۴۱۵،ج۳،ص۲۱)

امامِ حسن اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

''ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ،الحدیث۳۷۹۳،
ج۵،ص۴۲۶)

اور فرمایا جاتا ہے:

''ان کا دوست ہمارا دوست،ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔''

(سنن ابن ماجه، کتاب السنة،باب فضل الحسن و الحسین،الحدیث۱۴۳، ج۱،ص۹۶)

اور فرماتے ہیں:''یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں''۔

اور فرماتے ہیں:''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں،اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے،حسین سبط ہے اسباط سے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ،الحدیث ۳۸۰۰،
ج۵،ص۴۲۹)

ایک روز حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دہنے زانو پر امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور بائیں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ''ان دونوں کو خدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس نہ رکھے گا ایک کو اختیار فرمالیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی گوارا نہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعے کے بعد جب حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بوسے لیتے اور فرماتے: ''مَرحَبًا بِمَنْ فَدَیْتُهٗ بِابْنِیْ. ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔ (تاریخ بغداد، ج۲، ص ۲۰۰، بلفظ'' فدیت من '')

اور فرماتے ہیں: ''یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی! میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ، الحدیث ۳۷۹۴، ج۵، ص۴۲۷)

بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: ''میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینۂ انور سے لگا لیتے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ، الحدیث ۳۷۹۷، ج۵، ص۴۲۸)

{محبوبانِ بارگاہِ الٰہی عزوجل اور قانونِ قدرت}

جب حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے یہ ارشاد اور شہزادوں کی ایسی پاسداریاں، ناز برداریاں یاد آتی ہیں اور واقعاتِ شہادت پر نظر جاتی ہے تو حسرت کی آنکھوں سے

آنسو نہیں ،لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور خدا عزوجل کی بے نیازی کا عالم آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے، یہ مقدس صورتیں خدا عزوجل کی دوست ہیں اور اللہ جل جلالہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے دوستوں کو بلاؤں میں گھرا رکھتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ ''میں حضور سے محبت رکھتا ہوں۔فرمایا: ''فقر کے لئے مستعد ہو جا۔'' عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔'' ارشاد ہوا: ''بلا کے لئے آمادہ ہو۔'' اور فرماتے ہیں: ''سخت ترین بلا انبیاء علیہم الصلاۃ والثنا پر ہے، پھر جو بہتر ہیں پھر جو بہتر ہیں۔'' (المسند للامام أحمد،الحدیث:۲۷۱۴۷،ج۱۰،ص۳۰۶)

ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی [1]

ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

{سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری}

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خدا عزوجل نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے: "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا" اے محبوب[2]! میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔

(فردوس الأخبار،الحدیث:۸۰۹۵،ج۲،ص۴۵۸ "بلفظ ماخلقت")

---

[1] ......مقربین کو حیرانی زیادہ ہوتی ہیں۔

[2] ......دیگر احادیث قدسی میں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں یوں فرمایا جارہا ہے:

(الف) لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاك یعنی میرے نبی اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(ب) لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةِ پیارے اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنادیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ وسپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ ؎

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش وعشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس کملی والے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ ''تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو (جنہیں اَخشبین کہتے ہیں) سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: ''یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔''

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف...الخ، ج٤، ص١٥٥، الحدیث: ٢٣٥٤)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں بسر فرماتے اور آسایش و راحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پروردگار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا، ایسی حالت میں یہ بلا پسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہوکر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم عیش و عشرت میں مشغول رہتے تو ''تکلیف و مصیبت'' جن سے عاقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: ''جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔'' حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ ''چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔'' ارشاد ہوا: ''اے

فاطمہ! میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز وغلام سے زیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وقت سبحان اللّٰہ ۳۳بار، الحمدللّٰہ ۳۳بار، اللّٰہ اکبر ۳۴بار پڑھ کر سو رہا کر۔''

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی التسبیح ...الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کردیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: ''فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں''۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ ''یارسول اللہ! قیصر وکسریٰ، خدا کے دشمن، ناز ونعمت میں بسر کریں اور خدا کا محبوب تکلیف ومصیبت میں!'' ارشاد ہوا: ''کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو۔''

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاۃ...الخ، الحدیث ۴۹۱۳، ج۳، ص ۳۶۰)

اللہ عزوجل کے حقیقی دوست

حضرتِ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بذریعہ الہام فرمایا گیا ''اے سری! مَیں نے مخلوق پیدا فرما کراس سے پوچھا: ''کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟'' سب نے بالاتفاق عرض کی کہ ''تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے؟'' پھر میں نے دنیا بنائی نو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ''ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔'' پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ''ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔'' پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: ''تُو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔'' ان کی نسبت ارشاد ہوا: ''اُولٰٓئِکَ اَوۡلِیَائِیۡ حَقًّا'' یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سُوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع انچہ از دوست می رسد نیکوست[1]

امامِ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا: ''اللہ ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم کرے مگر ہم اہلبیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی

---

(1)......دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔

حظ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان

ہجرت کا ساٹھواں سال اور رجب کا مہینہ کچھ ایسا دل دکھانے والا سامان اپنے ساتھ لایا، جس کا نظارہ اسلامی دنیا کی آنکھوں کو ناچار اُس طرف کھینچتا ہے، جہاں کلیجا نوچنے والی آفتوں، بے چین کر دینے والی تکلیفوں نے دیندار دِلوں کے بے قرار کرنے اور خدا پرست طبیعتوں کو بے تاب بنانے کے لئے حسرت و بے کسی کا سامان جمع کیا ہے۔ یزید پلید کا تختِ سلطنت کو اپنے ناپاک قدم سے گندہ کرنا اُن ناقابلِ برداشت مصیبتوں کی تمہید ہے جن کو بیان کرتے کلیجا منہ کو آتا اور دل ایک غیر معمولی بے قراری کے ساتھ پہلو میں پھڑک جاتا ہے۔ اس مردود نے اپنی حکومت کی مضبوطی، اپنی ذلیل عزت کی ترقی اس امر میں منحصر سمجھی کہ اہلِ بیتِ کرام کے مقدس و بے گناہ خون سے اپنی ناپاک تلوار رنگے۔ اس جہنمی کی نیت بدلتے ہی زمانے کی ہوانے پلٹے کھائے اور زہریلے جھونکے آئے کہ جاوداں بہاروں کے پاک گریباں، بے خزاں پھولوں، نوشگفتہ گلوں کے غم میں چاک ہوئے، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہری بھری لہلہاتی پھلواڑی کے سہانے نازک پھول مرجھا مرجھا کر طرازِ دامنِ خاک ہوئے۔

{امامِ حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت اور بھائی کو نصیحت}

اُس خبیث کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا۔ جعدہ زوجہ امام عالی مقام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔

وہ شقیہ بادشاہ بیگم بننے کے لالچ میں شاہان جنت کا ساتھ چھوڑ کر، سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہولی۔ کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا، پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جگر پارے کے اعضائے باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔

یہ بے چین کرنے والی خبر سن کر حضرت امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر ہوئے۔ سرہانے بیٹھ کر گزارش کی: ''حضرت کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا ''اگر وہ ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ بڑا بدلہ لینے والا ہے، اور اگر نہیں، تو میں بے گناہ سے عوض نہیں چاہتا۔''

(حلیۃ الاولیاء، الحسن بن علی، الحدیث ۱۴۳۸، ج۲، ص ۴۷ ملخصاً)

ایک روایت میں ہے، فرمایا: ''بھائی! لوگ ہم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ روز قیامت ہم ان کی شفاعت فرما کر کام آئیں نہ یہ کہ ان کے ساتھ غضب اور انتقام کو کام میں لائیں''۔ ؎

واہ رے حلم کہ اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
پھر بھی ایذائے ستم گر کے روا دار نہیں

پھر جانے والے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنے والے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں وصیت فرمائی: ''حسین دیکھو سفیہانِ کوفہ سے ڈرتے رہنا، مبادا وہ تمہیں باتوں میں لے کر بلائیں اور وقت پر چھوڑ دیں، پھر پچھتاؤ گے اور بچاؤ کا وقت گزر جائے گا۔''

بے شک امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وصیت موتیوں میں تولنے کے قابل اور دل پر لکھ لینے کے لائق تھی، مگر اس ہونے والے واقعے کو کون روک سکتا جسے قدرت نے مدتوں پہلے سے مشہور کر رکھا تھا۔

امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی خبر واقعہ کربلا سے پہلے ہی مشہور تھی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیشتر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ملا:۔

اَ تَرُجُو اُمَّۃٌ قَتَلَتُ حُسَیُناً

شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوُمَ الْحِسَابِ

کیا حسین کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اُس کے نانا صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی شفاعت پائیں؟

یہی شعر ارضِ روم کے ایک گرجا میں لکھا پایا گیا اور لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔

کئی حدیثوں میں ہے، حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے کاشانہ میں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا اللہ تبارک وتعالٰی سے حاضری کی اجازت لے کر آستان بوس ہوا، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ارشاد فرمایا: دروازے کی نگہبانی رکھو، کوئی آنے نہ پائے، اتنے میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دروازہ کھول کر حاضرِ خدمت ہوئے اور کُود کر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی گود میں جا بیٹھے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم پیار فرمانے لگے، فرشتے نے عرض کی: ”حضور انہیں چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! عرض کی: ”وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی امت انہیں شہید کرے گی اور حضور چاہیں تو وہ زمین حضور کو دکھا دوں جہاں یہ شہید کئے جائیں گے۔ پھر سرخ مٹی اور ایک روایت میں

ہے ریت، ایک میں ہے کنکریاں، حاضر کیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سونگھ کر فرمایا: "رِیۡحُ کَرۡبٍ وَّبَلَاءٍ" بے چینی اور بلا کی بُو آتی ہے، پھر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد ہوا: ''جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا'' انہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میں کہا کرتی جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہوگا۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۸۱۷،۲۸۱۸،۲۸۱۹، ج۳، ص۱۰۸)

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ صفین کو جاتے ہوئے زمینِ کربلا پر گزرے، نام پوچھا لوگوں نے کہا: ''کربلا!'' یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا: میں خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوا، حضور کو روتا پایا، سبب پوچھا، فرمایا: ''ابھی جبریل کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائے گا پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور آنکھیں بہہ نکلیں۔''

ایک روایت میں ہے، مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام سے گزرے جہاں اب امامِ مظلوم کی قبر مبارک ہے، فرمایا: یہاں ان کی سواریاں بٹھائی جائیں گی، یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے، اور یہاں ان کے خون گریں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبهانی، ج۲، ص۱۴۷)

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و اصحبہ اجمعین

امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر کے جب یزید پلید نے اپنے ناشاد دل کو خوش کرلیا، اب اس شقی کو امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ

حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بیعت کے لئے کہے اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابنِ زبیر جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا انتظار نہ کرے گا۔

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا، امام نے فرمایا: ''چلو آتے ہیں''۔ پھر عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا: ''دربار کا وقت نہیں، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی، ہمیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے''۔ ابن زبیر نے عرض کی: ''میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' فرمایا: ''میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔'' ابن زبیر نے کہا: ''مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔'' فرمایا: ''وہ میرا کچھ نہیں کرسکتا۔'' پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے، ہمراہیوں کو ہدایت کی: ''جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو، اندر چلے آنا اور جب

تک میں واپس نہ آؤں کہیں ہل کر نہ جانا۔'' یہ فرما کراندر تشریف لے گئے، ولید کے پاس مروان کو بیٹھا پایا، سلام علیک کر کے تشریف رکھی، ولید نے خط پڑھ کر سنایا وہی مضمون پایا جو حضور کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا: ''مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے ،سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو'' ولید نے بہ نرمِ عافیت پسندی عرض کی: ''بہتر! تشریف لے جایئے۔'' مروان بولا: ''اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا، ابھی روک لے بیعت کرلیں تو خیر ورنہ گردن مار دے۔'' یہ سن کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ابن الزرقاء! تُو یا وہ، کیا مجھے قتل کرسکتا ہے؟ خدا کی قسم! تُو نے جھوٹ کہا اور پاجی پن کی بات کی۔'' یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا: ''خدا کی قسم! اب ایسا موقع نہ ملے گا۔'' ولید بولا: ''مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں، مجھے تمام جہاں کے ملک و مال کے بدلے میں بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہوگا وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔'' مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا: ''تُو نے ٹھیک کہا۔''

(الکامل فی التاریخ، ذکر بیعت یزید، ج۳، ص۳۷۷ ملخصاً)

دوبارہ آدمی آیا، فرمایا: ''صبح ہونے دو۔'' اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے ارادے سے مع اہل وعیال سفر فرمایا جائے گا۔

یہ رات امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جدِ کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے روضۂ منورہ میں گزاری کہ آخر تو فراق کی ٹھہرتی ہے، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

کی مقدس گود سے لپٹ لیں پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔امام آرام میں تھے کہ خواب دیکھا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں اور امام کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں: ''حسین! وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کئے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔'' یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اُٹھے اور روضۂ مقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔

مسلمانو! حیاتِ دنیاوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے، صلوۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں، غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے، آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں، رقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں رعشہ پیدا کر دیا ہے، بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے، دل کہتا ہے سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھایئے، صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے، دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں۔حبِ وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو؟ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں، مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی پہچل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جا رہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی

گئی ہیں ،سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں محمل کس گئے ہیں ، پردے کا انتظام ہو چکا ہے ، ادھر امام کے بیٹے ، بھائی ، بھتیجے ، گھر والے سوار ہو رہے ہیں ادھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے ہیں ، محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی ، میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی ، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضرت صغریٰ امامِ مظلوم کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے باقی رہ گئے۔

اللہ اکبر! ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی ، دلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا اور آنکھوں میں شادیٔ عید کا نقشہ کھنچ گیا ، آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا ، منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ٹکٹکی باندھ کر تکتیں ، اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک پڑتے ، جب آفتاب گرم ہو جاتا ، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے ، ایک دن اَور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے ، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے ، کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی ''اے راہ دیکھنے والو! پلٹو! تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔'' اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی ، اشکِ شادی برسا چلیں ، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے ، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے ، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے ، پروانہ

وارقربان ہوتے آبادی تک لائے ،اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی ،منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں ، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں: ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا[1] مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں: ؎

نَحْنُ[2] جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَار

غرض مسرت کا جوش تھا، در و دیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی ،ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں، ایک ایک کر کے رخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب در کنار، ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس، ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم (علیہ الصلوۃ والتسلیم) کا قرب، کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں! آسانی سے

---

[1]......وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔

[2]......ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔
کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

آنکھیں پھیرنی کیسی! اگر امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہو جانا منظور فرماتے اور مدینہ سے باہر پاؤں نہ نکالتے، مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ناقہ کو قضا، مہار پکڑے اس میدان کی جانب لئے جاتی ہے، جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کئے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔ مدینے کی زمین جس پر آپ گھٹنوں چلے جس نے آپ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں، جس پر آپ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود کے سنگھار! کلیجے کی ٹیک! زندگی کی بہار! کہاں کا ارادہ فرما دیا؟ وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں؟

شعر

اے تماشا گاہ عالم روئے تو[1]

تو کجا بہر تماشا مے روی

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہو گئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

---

[1]......یعنی آپ نظارہ کے لیے کہاں جارہے ہیں جبکہ دنیا کی نگاہیں آپ کے روئے انور پر مرتکز ہیں۔

راستے میں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، عرض کی: ''کہاں کا قصد فرمادیا؟'' ''فی الحال مکہ کا۔'' عرض کی: ''کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ کے والدِ ماجد شہید ہوئے، آپ کے بھائی سے دغا کی گئی، آپ مکے کے سوا کہیں کا ارادہ نہ فرمائیں، اگر آپ شہید ہوجائیں گے تو خدا کی قسم! ہمارا ٹھکانا نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنالئے جائیں گے۔'' بالآخر حضور مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن وامان کے ساتھ قیام فرما رہے۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین...الخ، ج۳، ص ۳۸۱)

کوفیوں کی شرارت اور امامِ مسلم کی شہادت

جب اہلِ کوفہ کو یزید خبیث کی تخت نشینی اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت طلب کئے جانے اور امام کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی، فریب دہی وعیاری کی پرانی روش یاد آئی۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے، ہم مشورہ ہوکر عرضی لکھی کہ تشریف لائیے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچائیے۔ ڈیڑھ سو عرضیاں جمع ہوجانے پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ ''اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اطلاع دیں گے تو ہم جلد تشریف لائیں گے۔''

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے، ادھر کوفیوں نے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام کو مدد دینے کا وعدہ کیا، بلکہ اٹھارہ ہزار داخلِ بیعت

بھی ہوگئے اور حضرت مسلم کو یہاں تک باتوں میں لے کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام کو تشریف لانے کی نسبت لکھا۔

ادھر یزید پلید کو کوفیوں نے خبر دی کہ حسین نے مسلم کو بھیجا ہے۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، کوفہ کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج۔

اس نے عبداللہ ابن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ ''مسلم کو شہید کرے یا کوفہ سے نکال دے۔'' جب یہ مردک کوفہ پہنچا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اٹھارہ ہزار کی جماعت پائی، امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا، کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں امام مسلم کے پاس صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مسلم یہ دیکھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ کہیں پناہ لیں۔ جب دروازہ سے باہر آئے، ایک بھی ساتھ نہ تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آخر ایک گھر میں پناہ لی۔ ابن زیاد نے یہ خبر پا کر فوج بھیجی، جب امام مسلم کو آوازیں پہنچیں تلوار لے کر اٹھے اور ان روباہ منشوں کو مکان سے باہر نکال دیا، کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے، شیرِ خدا کا بھتیجا پھر تیغ بکف اٹھا اور آن کی آن میں ان شغالوں کو پریشان کر دیا، کئی بار ایسا ہی ہوا جب ان نامردوں کا اس اکیلے مردِ خدا پر کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے پتھر اور آگ کے لوکے پھینکنے شروع کئے۔ شیرِ مظلوم کا تن ان ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا، مگر وہ تیغ برکف و کف برلب حملہ فرماتا باہر نکلا، اور راہ میں جو گروہ کھڑے تھے ان پر عقابِ عذاب کی طرح ٹوٹا۔ جب یہ حالت دیکھی، ابن اشعث نے کہا کہ ''آپ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے امان ہے نہ آپ قتل کئے جائیں نہ کوئی گستاخی ہو۔'' مسلم مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک کر دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے، خچر سواری کے لئے حاضر ہوا، اس پر سوار کئے گئے، ایک نے تلوار حضور کے ہاتھ سے لے لی، فرمایا: یہ پہلا مکر ہے۔ ابن اشعث نے کہا: ''کچھ خوف نہ کیجئے۔'' فرمایا: ''وہ امان کدھر گئی۔'' پھر رونے لگے۔ ایک شخص بولا: ''تم جیسا بہادر اور روئے!۔'' فرمایا: ''اپنے لئے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور انہیں اس مکر و بدعہدی کی خبر نہیں۔'' پھر ابن اشعث سے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی، اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی امام حسین کے پاس بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے فریب میں نہ آئیں۔''

جب مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا: میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ وہ خبیث بولا: ''تجھے امان دینے سے کیا تعلق؟ ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔'' ابن اشعث چپ رہے، مسلم اس شدتِ محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھا، فرمایا: ''مجھے اس میں سے پلا دو۔'' ابن عمرو باہلی بولا: ''دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا ہے، تم اس میں سے ایک بوند نہ چکھنے پاؤ گے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم میں آبِ گرم پیو۔''

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''او سنگ دل! درشت خو! آبِ حمیم و نارِ جحیم کا تو مستحق ہے۔'' پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیش کیا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا، تین بار ایسا ہی ہوا، فرمایا: ''خدا کو ہی منظور نہیں۔''

جب ابن زیاد بدنہاد کے سامنے گئے، اسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا: تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ فرمایا: ''تو مجھے وصیت کر لینے دے۔'' اس نے اجازت دی۔ مسلم مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا: ''مجھ میں تجھ میں قرابت ہے اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے۔ اس سنگدل نے کہا میں سننا نہیں چاہتا۔ ابن زیاد بولا ''سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔'' وہ الگ لے گیا، فرمایا: ''کوفہ میں، میں نے سات سو روپے قرض لئے ہیں وہ ادا کر دینا، اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لیکر دفن کرا دینا اور امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا۔'' ابن سعد نے ابنِ زیاد سے یہ سب باتیں بیان کر دیں۔ وہ بولا: ''کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے''، یعنی انہوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا، تو نے ظاہر کر دیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر اور حسین اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم ان کا نہ کریں گے، ورنہ ہم ان سے باز نہ رہیں گے، رہا مسلم کا جنازہ، اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں، پھر حکم پا کر جلاد ظالم انہیں بالائے قصر لے گیا، امام مسلم (رضی اللہ تعالٰی عنہ) برابر تسبیح واستغفار میں مشغول تھے یہاں تک کہ شہید کئے گئے اور ان کا سر مبارک یزید کے پاس بھیجا گیا۔ (الکامل فی التاریخ، دعوۃ اھل الکوفۃ...الخ، ج۳، ص۳۹۵۔۳۹۷)

امامِ جنت مقام مکہ سے جاتے ہیں

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

۶۰ھ کا پچھلا مہینہ ہے اور حج کا زمانہ، دنیا کے دور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان

وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب جل جلالہ کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں، دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے، اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دن ہے۔ مسلمان خانہ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظّمہ میں ہر وقت کی چھل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ برأت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھئے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جن کی ہوش ربا تاثیروں، دلکش کیفیتوں نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں۔ عاشقانِ دلدادہ فرقت کی مصیبتیں، جدائی کی تکلیفیں جھیل کر جب خوش قسمتی سے اپنے پیارے معشوق کے آستانہ پر حاضری کا موقعہ پاتے ہیں، ادب و شوق کی الجھن، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئند تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں: ؎

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں آئے ۔۔۔ بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دھوم دھامی جلسہ جو ایک غرض مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے در دولت پر حاضر ہے، اپنی بھرپور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے۔ مگر امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اٹھا کر کچھ ایسا عالم

دکھا دیا ہے کہ ان کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں۔ اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حجِ نفل کے فوت ہونے پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر، زبانِ حال سے کہہ اٹھتی ہے کہ ''حسین! تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج نہ کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لئے حجِ اکبر کا سامان مہیا کیا ہے اور کمر شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک احرام چست باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کے لئے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لئے مکے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔ حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیراب ہو کر پیو، حاجی بقرعید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنے گود کے پالوں کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھو گے، حاجیوں نے مکہ کی راہ میں مال صرف کیا ہے، تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لٹا دو گے، حاجیوں کے لئے مکہ میں تاجروں نے بازار کھولا ہے، تم فرات کے کنارے دوست کی خاطر اپنی دکانیں کھولو گے۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں، وہاں تم جانیں بیچو گے، یہاں حاجی خرید و فروخت کو آتے ہیں، تمہاری دکانوں پر تمہارا دوست جلوہ فرمائے گا، جو پہلے ہی ارشاد کر چکا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (1)

بے شک اللہ نے مسلمانوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں مول لے لیے ہیں۔ (2)

---

(1)...... القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ : ۱۱۱

(2)......ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ علمیہ

غرض ان کیفیتوں نے کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا ہے کہ امام عالی مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بقرعید کی آٹھویں تاریخ کوفے کا قصد فرمالیا، جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس ارادے کا خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے، فرمایا: ''جو ہونی ہے، ہو کر رہے گی۔'' عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا، اور عرض کی: ''کچھ دنوں تأمل فرمایئے اور انتظار کیجئے، اگر کوفی ابنِ زیاد کو قتل کر دیں اور دشمنوں کو نکال باہر کریں تو جانئے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں اور اگر وہ ان پر قابض اور دشمن موجود ہیں ہرگز وہ حضور کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے ہیں، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے۔'' فرمایا: ''میں استخارہ کروں گا۔'' عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پھر آئے اور کہا: ''بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے، عراقی بدعہد ہیں، انہوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا، آپ کے بھائی کا ساتھ نہ دیا، آپ اہلِ عرب کے سردار ہیں، عرب ہی میں قیام رکھئے یا عراقیوں کو لکھئے کہ وہ ابنِ زیاد کو نکال دیں، اگر ایسا ہو جائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں، گھاٹیاں ہیں وہ ملک وسیع زمین رکھتا ہے۔'' فرمایا: ''بھائی خدا کی قسم! میں آپ کو ناصح مشفق جانتا ہوں، مگر میں تو ارادۂ مصمم کر چکا۔'' عرض کی: ''تو بیبیوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایئے۔'' یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہائے پیارے! ہائے پیارے! کہہ کر رونے لگے۔

اسی طرح عبد اللہ ابن عمر نے منع کیا، نہ مانا، انہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا: ''اے شہید ہونے والے! میں تمہیں خدا عزوجل کو سونپتا ہوں۔''

یوہیں عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے روکا، فرمایا: ''میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔'' جب روانہ ہولئے، راہ میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا خط ملا، لکھا تھا، ''ذرا ٹھہریئے میں بھی آتا ہوں۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک خط ''امان اور واپس بلانے کا'' مانگا، انہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحیٰی بن سعید کو واپس لانے کے لئے ساتھ کر دیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔ فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے۔'' پوچھا: وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا: ''جب تک زندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا۔'' یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ...الخ، ج۳، ص۳۹۹ ملخصا)

نظم

سب نے عرض کی کہ شہزادۂ حیدر مت جا — اے حسین، ابن علی، سبط پیمبر مت جا
صدمے واں پہنچے علی اور حسن کو کیا کیا — جانا کوفہ کا تو ہرگز نہیں بہتر مت جا
حق نما آئینہ ہے رخ ترا اندھے ہیں وہی — لے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر مت جا

سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر مت جا
گلِ شادابِ نبی اپنے چمن سے نہ نکل نازنیں پھول ہے تُو کانٹوں کے اندر مت جا
چلتے ہیں صرصرِ آفات کے مُظلِم جھونکے شمع رُو قلعۂ فانوس سے باہر مت جا
بُوسعید، ابنِ عمر، جابر، و ابنِ عباس تھا یہی کلمہ سب اصحاب کے لب پر مت جا
بیدلؔ اس شاہ کو مقتل میں قضا لے ہی گئی کہتے سب رہ گئے اے دین کے سرور مت جا

جب امام کے بھائی امام محمد بن حنفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانگی امام کی خبر پہنچی، طشت میں وضو فرما رہے تھے، اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر دیا، امام تھوڑی دور پہنچے ہیں کہ فَرَزدَق شاعر کوفے سے آتے ملے، کوفیوں کا حال پوچھا، عرض کیا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے جگر پارے! ان کے دل حضور کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ، قضا آسمان سے اترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

{ابن زیاد کی جانب سے ناکہ بندی}

غرض ادھر تو امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روانہ ہوئے، ادھر ابن زیاد بدنہاد بانی فساد کو یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان وکوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناکہ بندیاں کرادیں اور قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرنے اور کلیجوں میں گھاؤ ڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔ امام مظلوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کوفے بھیجا، جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کرکے اُس خبیث کے پاس لے گئے۔ اس مردود نے کہا: ''اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دو۔'' یہ سن کر وہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہلِ بیتِ رسالت کا شیدائی چھت

پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا: ''حسین! آج تمام جہان سے افضل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں، مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھوں کے نور، دل کے سُرور ہیں ان کا قاصد ہوں، ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو'' پھر کہا: ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت۔ آخرِ کار اس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کئے جائیں۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفة، ج ٣، ص ٤٠٢)

اس وقت اس بادۂ الفت کے متوالے کا بے قرار دل، امامِ عرش مقام کی طرف منہ کئے التجا کے لہجے میں عرض کر رہا ہے: ؎

بجرم[1] عشق توام مے کشند غوغائیست

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

{زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت}

امام مظلوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔ دن بھر امام کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ ایک روز امام نے بلا بھیجا، بکراہت آئے، خدا جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو واپس آئے تو اپنا اسباب امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا:

---

[1] ......یعنی تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اس لیے شور وغوغا ہے تو بھی چھت پر آ کے دیکھ کہ بہت خوبصورت نظارہ ہے۔

جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے ورنہ یہ ملاقات پچھلی ملاقات ہے، پھر اپنا سامان لے آنے اور امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہو جانے کا سبب بیان کیا کہ شہر بلنجر پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر غنیمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جب تم جوانانِ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سردار کو پاؤ تو ان کے ساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا۔'' اب وہ وقت آ گیا، میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا: ''گھر جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کچھ نقصان پہنچے۔''

(الکامل فی التاریخ،ذکر مسیر الحسین الی الکوفة،ج٣،ص٤٠٢)

خدا جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر انہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے نہ زن و فرزند کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جو مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کدورت رکھتے اور رات کو امام سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ انہیں کیا ہو گیا اور کس کی ادا نے باز رکھا جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑ، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہو کر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہو گئے۔

{امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر}

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا، اس سے حضرت مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلیے۔ مسلم شہید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عزیزوں نے کہا: ''ہم کسی طرح نہیں

پلٹ سکتے ، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے جاملیں گے۔''
امام نے فرمایا: ''تمہارے بعد زندگی بے کار ہے۔'' پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہو لئے
تھے ان سے ارشاد کیا: ''کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا، اب جس کے جی میں آئے پلٹ
جائے ، ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا۔'' یہ اس غرض سے فرمادیا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے
تھے کہ امام ایسی جگہ تشریف لیے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخلِ بیعت ہو چکے ہیں،
یہ سن کر سوا ان چند بزرگانِ خدا کے جو مکہ معظّمہ سے ہم راہ رکاب سعادت مآب تھے،
سب اپنی اپنی راہ گئے۔ پھر ایک اور عربی ملے، عرض کی کہ ''اب تیغ وسناں پر جانا ہے
آپ کو قسم ہے واپس جایئے۔'' فرمایا: ''جو خدا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔''

(الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۳ ملخصاً)

حضرتِ حُر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آمد

اب امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ موضع شراف سے آگے بڑھے ہیں۔ یہ دوپہر کا
وقت ہے، یکا یک ایک صاحب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا ، فرمایا: ''کیا ہے؟''
کہا: ''کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔'' قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا: ''اس زمین
میں کھجور کبھی نہ تھے۔'' فرمایا: ''پھر کیا ہے؟'' عرض کی: ''سوار معلوم ہوتے ہیں۔'' فرمایا:
''میرا بھی یہی خیال ہے، اچھا تو یہاں کوئی پناہ کی جگہ ہے کہ اسے ہم اپنی پشت پر لے کر
اطمینان کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرسکیں۔'' کہا: ''ہاں! کوہ ذوحسم ، اگر حضور ان سے
پہلے اس تک پہنچ گئے۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سوار نظر آئے اور امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سبقت فرما کر پہاڑ

کے پاس ہو لئے، جب وہ اور قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حُر ہیں جو ایک ہزار سواروں پر افسر بنا کر امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے جانے کے لئے بھیجے گئے ہیں، اس ٹھیک دوپہر میں اصحابِ امام کے سامنے اترے۔ مالکِ کوثر کے بیٹے نے حکم دیا کہ ''انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔'' ہمراہیانِ امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے پانی پلایا۔

جب ظہر کا وقت ہوا، امام نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا: ''تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا، اب اگر اطمینان کا اقرار کرو، تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس جاؤں۔'' کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا: تکبیر کہو۔ امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حر سے فرمایا: ''اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے؟'' کہا: ''نہیں، آپ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں۔ بعدِ نماز حر، اپنے مقام پر گئے۔ امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا: ''اگر تم اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو تو خدا کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہلِ بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں اُولی الامر ہونے کے مستحق ہیں، بایں ہمہ اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں۔''

حر نے عرض کی: ''واللہ! ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد؟ امام نے دو خورجیاں بھرے ہوئے خط نکال کر سامنے ڈال دیئے۔ حر نے کہا: ''میں خط بھیجنے والوں میں نہیں، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پاؤں تو کوفہ، ابن زیاد

کے پاس پہنچاؤں۔'' فرمایا: ''تیری موت نزدیک ہے اور یہ ارادہ دور۔'' پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ''واپس چلیں۔'' حر نے روکا۔فرمایا: ''تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے؟'' کہا: ''سنئے! خدا کی قسم! آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برابر سے کہتا کسے باشد،مگر واللہ! آپ کی ماں کا نامِ پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔'' فرمایا: ''آخر مطلب کیا ہے؟'' عرض کی: ''ابن زیاد کے پاس حضور کا لے چلنا۔'' فرمایا: ''تو خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔'' کہا: ''تو خدا کی قسم! آپ کو نہ چھوڑوں گا۔''

جب بات بڑھی اور حر نے دیکھا امام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ ''میں دن بھر تو حضور سے علیحدہ ہو نہیں سکتا ،ہاں جب شام ہو تو آپ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریئے اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جایئے ، میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔شاید اللہ تعالٰی وہ صورت کرے کہ میں کسی بے جا معاملہ میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کرسکوں۔''

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص۴۰۷ ملخصاً)

{ کوفیوں کی بے وفائی اور قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر }

جب عذیب الہجانات پہنچے،کوفے سے چار شخص آتے ملے،حال پوچھا،مجمع بن عبید اللہ عامری نے عرض کی: ''شہر کے رئیسوں کو بھاری رشوتوں سے توڑ لیا گیا اور ان کی تھیلیوں کو روپیوں اشرفیوں سے بھر دیا گیا ہے وہ تو ایک زبان حضور کے مخالف ہو گئے ۔ رہے عوام ان کے دل حضور (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی جانب جھکتے ہیں اور کل

انہیں کی تلواریں حضور پر کھنچیں گی۔'' فرمایا: ''میرے قاصد قیس کا کیا حال ہے؟'' کہا: ''قتل کیئے گئے۔'' امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بے اختیار رو پڑے اور فرمایا: ''کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، الٰہی! ہمیں اور انہیں جنت میں جمع فرما۔''

طرماح بن عدی نے عرض کی: ''آپ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں اگر حر کی جماعت ہی آپ سے لڑے تو کفایت کر سکتی ہے، نہ کہ وہ جماعت جو چلنے سے ایک دن پہلے میں نے کوفے میں دیکھی تھی، جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانگی کے لئے تیار ہے۔ میں نے اپنی عمر میں اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی، میں حضور کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ان سے ایک بالشت بھر جدائی کی قدرت ہو تو اسی قدر کیجئے اور اگر وہ جگہ منظور ہو جہاں باذن اللہ تعالیٰ آرام واطمینان سے قیام فرما کر تدبیر فرمایئے تو میرے ساتھ کوہ آجاء کی طرف چلیے، واللہ! اس پہاڑ کے سبب سے ہم بادشاہان غسان وحمیر اور نعمان بن المنذر بلکہ عرب وعجم کے سب حملوں سے محفوظ رہے۔'' حضور! وہاں ٹھہر کر آجاء اور سلمی کے رہنے والوں کو فرمایئے، خدا کی قسم! دس دن نہ گزریں گے کہ قوم طیٔ کے سوار و پیادے حاضر خدمت ہوں گے، پھر جب تک مرضی مبارک ہو ہم میں ٹھہریئے اور اگر پیش قدمی کا قصد ہو تو بنی طیٔ سے بیس ہزار جوان حضور کے ہمراہ کر دینے کا میرا ذمہ ہے، جو حضور کے سامنے تلوار چلائیں گے اور جب تک ان میں کوئی آنکھ پلک مارتی باقی رہے گی حضور تک دشمن نہ پہنچ سکیں گے۔ ارشاد ہوا: ''اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہمارا اور کوفیوں کا کچھ قول ہو گیا ہے جس سے ہم پھر نہیں سکتے۔'' یہ فرما کر انہیں رخصت کیا۔

(الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی و ستین...الخ، ج۳، ص۴۰۹ ملخصاً)

{امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب دیکھنا}

امام نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو" انا للّٰہ و انا الیہ راجعون و الحمد للّٰہ رب العالمین" فرماتے ہوئے اٹھے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''اے میرے باپ! میں آپ پر قربان، کیا بات ملاحظہ فرمائی؟'' فرمایا: ''خواب میں ایک سوار دیکھا، کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں میں سمجھا کہ ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔'' حضرتِ عابد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: ''اللہ آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔'' فرمایا: ''ضرور ہیں۔'' عرض کی: ''جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پرواہ ہے۔'' فرمایا: ''اللہ تم کو ان سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی بیٹے کو کسی باپ کی طرف سے ملے۔''

(الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ، ج٣، ص ٤١١ ملخصاً)

{ابن زیاد کی طرف سے امامِ عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سختی کا حکم}

جب نینویٰ پہنچے ایک سوار کوفے سے آتا ملا، اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا، لکھا تھا: ''حسین پر سختی کر جہاں اتریں، میدان میں اتریں، پانی سے دور ٹھہریں یہ قاصد برابر تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ مجھے خبر دے کہ تو نے میرے حکم کی کیا تعمیل کی۔'' حر نے خط پڑھ کر امام سے گزارش کی کہ ''مجھے یہ حکم آیا ہے میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا کہ یہ قاصد مجھ پر جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

زہیر بن قین نے عرض کی: ''خدا کی قسم! اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے

سخت تر ہوگا اس گروہ کا قتال ہمیں آئندہ آنے والوں کے قتال سے آسان ہے۔'' ارشاد ہوا: ''ہم ابتدا نہ فرمائیں گے۔'' یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا، دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ، ج۳،ص ٤۱۱ ملخصاً)

نواسۂ رسول کی شب میں روانگی

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزمِ فلک کی شمعیں روشن ہوتی جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خدا کی آزاد مخلوق پرند چہچہا چہچہا کر خاموش ہو گئے ہیں، زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری اسلامی سن کی تقویم جسے قدرت کے زبردست ہاتھ نے عرجون قدیم کی حد تک پہنچا دیا ہے، کچھ اپنی دلکش ادائیں دکھا کر روپوش ہو گئی، تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہو گیا ہے۔ نگاہیں جو تقریباً دو گھنٹے پہلے دنیا کی وسیع آبادی میں دُور کی چیزوں کو باطمینان تمام دیکھتی اور پرکھ سکتی تھیں، اب یہ تھوڑے فاصلہ پر بھی کام دینے میں الجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آ جاتا ہے تو رات کی سیاہ چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہو جانے نے سناٹا پیدا کر دیا ہے رات اور بھی بھیانک ہو گئی ہے۔ شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑتی ہیں، سونے والے لنبیاں تانے سو رہے ہیں، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے، حر کے لشکر سے نفیرِ خواب بلند ہوئی ہے، امام جنت مقام جنہوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے، کوچ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرایا گیا ہے۔ اب یہ مقدس

قافلہ اس اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہوگیا ہے کہ رات زیادہ ہے دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دور نکل جائیں گے، باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزری۔

{میدانِ کربلا میں آمد}

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھئے کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں، کربلا کے میدان میں، جل جلالہ، یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے۔ عمرو بن سعد اپنا لشکر لے کر امام کے مقابلہ پر آ گیا ہے، اس بدبخت کو ابن زیاد بدنہاد نے کفار دیلم کے جہاد پر مقرر کیا۔ اور فتح کے صلے میں حکومت ''رے'' کا فرمان لکھ دیا تھا۔ امام مظلوم کی خبر پائی، بدنصیب کی نیت بدی پر آئی، بلا کر کہا کہ ''ادھر کا قصد ملتوی رکھ، پہلے حسین سے مقابل ہو، فارغ ہو کر ادھر جانا۔'' کہا: ''مجھے معاف کرو۔'' کہا: ''بہتر مگر اس شرط پر کہ ہمارا نوشتہ واپس دے۔'' اس نے ایک دن کی مہلت مانگ کر احباب سے مشورہ کیا، سب نے ممانعت کی اور اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا: ''اے ماموں! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین سے مقابلہ کر کے گناہ گار نہ ہوگا!، اللہ کی قسم! اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تُو خدا سے حسین کا قاتل ہو کر ملے۔'' کہا: ''نہ جاؤں گا۔'' مگر ناپاک دل میں تردد رہا، رات کو آواز آئی، کوئی کہتا ہے: ؎

اَ اَتْرُكُ مُلْكَ الرَّیِّ وَالرَّیِّ رَغْبَة اَمْ اَرْجِعُ مَذْمُوماً بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

وَفِیْ قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِیْ لَيْسَ دُوْنَهَا حِجَاب وَ مُلْكُ الرَّیِّ قُرَّةُ عين

کہا: رے کی حکومت چھوڑ دوں! اور وہ بڑی مرغوب چیز ہے یا قتل حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی مذمت گوارا کروں اوران کے قتل میں وہ آگ ہے جس کی روک نہیں اور رے کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص ۴۱۲ ملخصاً)

{امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند ہونا}

آخر قتلِ امامِ مظلوم ہی پر رائے قرار پائی، بے دین نے اَلدِّیْنُ (1) مَزْرَعَةُ الدُّنیَا کی ٹھہرائی۔ فرات کے گھاٹوں پر پانسو سوار بھیج کر، ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بیٹے پر پانی بند کیا۔ایک رات امام نے بُلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔دیر تک باتیں رہیں،امام نے سمجھایا کہ ''اہلِ باطل کا ساتھ چھوڑ۔'' کہا ''میرا گھر ڈھایا جائے گا۔'' فرمایا: ''اس سے بہتر بنوا دوں گا۔'' کہا ''میری جائیداد چھن جائے گی۔'' ارشاد ہوا: ''اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔''

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص۴۱۳ ملخصاً)

{ابن سعد کا ابن زیاد کو خط اور شمر کا امام کے خلاف ورغلانا}

تین چار رات یہی باتیں رہیں،جن کا اثر اس قدر رہا کہ ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابن زیاد کو لکھا کہ ''حسین چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں،اس میں تمہاری مراد حاصل ہے۔'' حالانکہ امام نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہرگز نہ فرمایا تھا،ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: ''بہتر ہے۔'' شمر ذِی الْجَوْشَن خبیث بولا: ''کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے! خدا کی قسم! اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تیری اطاعت کئے چلے گئے تو ان کے

---

(1)......دین دنیا کی کھیتی ہے۔سچ ہے:
ع   خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

لئے عزت وقوت ہوگی اور تیرے واسطے ضعف وذلت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں، اگرتُو سزادے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا احسان ہے، میں نے سنا ہے کہ حسین اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتی ہیں۔'' ابن زیاد نے کہا: ''تیری رائے مناسب ہے تُو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تُو سردارِ لشکر ہے اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔'' پھر ابن سعد کو لکھا کہ ''میں نے تجھے حسین کی طرف اس لئے بھیجا تھا کہ تو ان سے دست کش ہو یا امید دلائے اور ڈھیل دے یا ان کا سفارشی بنے، دیکھ! حسین سے میری فرمانبرداری کے لئے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا انعام ملے گا ورنہ ہمارا لشکر شمر کے لئے چھوڑ دے۔''

جب شمر نے خط لیا تو عبداللہ ابن ابی المحل بن حزام اس کے ساتھ ساتھ اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ اور پسرانِ مولیٰ علی، حضرت عباس وعثمان وعبداللہ وجعفر کی والدہ تھیں، اس نے ابن زیاد سے اپنے ان پھوپھی زاد بھائیوں کے لئے امان مانگی، اس نے لکھ دی۔ وہ خط اس نے ان صاحبوں کے پاس بھیجا، انہوں نے فرمایا: ''ہمیں تمہاری امان کی حاجت نہیں، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے۔''

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص٤١٤ ملخصاً)

{شمر کی ابن سعد کے پاس آمد}

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بدنہاد کا خط دیا، اس نے کہا: ''تیرا برا ہو، میرا

خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری امید تھی، حسین ہرگز تو اطاعت قبول کریں گے ہی نہیں خدا کی قسم! ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں رکھا ہوا ہے۔'' شمر نے کہا: ''اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟'' بولا: ''جو ابن زیاد نے لکھا۔'' شمر نے عباس اور ان کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا: ''اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔'' وہ بولے: ''اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر، ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بیٹے کو امان نہیں۔''

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص٤١٤ ملخصاً)

{خواب میں جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تشریف آوری}

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم ٦١ ھ ہجری کی نویں تاریخ ہے اس وقت سردارِ جوانانِ جنت کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی ہے اور وہ مے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمہ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے، خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینہ پر دستِ اقدس رکھے فرما رہے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْراً وَّاَجْراً'' الٰہی! حسین کو صبر و اجر عطا کر۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ ''اب عنقریب ہم سے ملا چاہتے ہو اور اپنا روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کیا چاہتے ہو۔'' جوشِ مسرت میں امام کی آنکھ کھل گئی، ملاحظہ فرمایا کہ دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہے ہیں، جُمُعَہ کے خیال اور پسماندوں کو وصیت کرنے کی غرض سے امام نے ایک رات کی مہلت چاہی، ابن سعد نے مشورہ لیا عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: ''اگر دیلم کے

کافر بھی تم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو دینی چاہئے تھی۔'' غرض مہلت دی گئی۔
(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص ۴۱۵ ملخصاً)

{لشکر امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقابلے کی تیاری}

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیئے گئے، طنابوں سے طنابیں ملا دیں، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر نرکل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دی۔ اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور امام اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرما رہے ہیں: ''صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے، میں نے بخوشی تمام تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ اور ایک ایک شخص میرے اہلِ بیت سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ تم سب کو جزائے خیر دے، دیہات و بلاد میں متفرق ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کریں گے۔'' یہ سن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی: ''یہ ہم کس لئے کریں اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں، اللہ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں۔''

مسلم شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں سے فرمایا گیا: ''تمہیں مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا قتل ہونا کافی ہے۔ میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ۔'' عرض کی: اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں؟ یہ کہیں کہ ''اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں۔ نہ ان کے ساتھ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری۔ خدا کی قسم!

ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے قدموں پر فدا کر دیں گے، تم پر قربان ہو کر مر جائیں گے اللہ اس زندگی کا برا کرے جو تمہارے بعد ہو۔'' ؎

خوشا[1] حالے کہ گردم گردِ کویت
رخے بر خوں گریباں پارہ پارہ

مسلم بن عوسجہ اسدی نے عرض کی: ''کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی ہم نے حضور کا کوئی حق ادا کر کے اللہ کے سامنے معذرت کی جگہ نہ پیدا کی، خدا کی قسم! میں تو آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے، وار کئے جاؤں، خدا گواہ ہے اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ ہوتے تو میں پتھر مارتا، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مارا جاتا۔'' اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔ اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے۔ (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی و ستین...الخ، ج ۳، ص ۴۱۴ ملخصاً) اور جنات الفردوس میں امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ساتھ اور ان کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سایہ عطا فرمائے اور دنیا و آخرت، قبر و حشر میں ہمیں ان کے برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین .

اسی رات میں امام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے کچھ ایسے شعر پڑھے جن کا مضمون حسرت و بے کسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دے، زمانہ صبح و شام خدا جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کرتا ہے اور جسے قتل کرنا چاہتا ہے اس کے بدلے میں دوسرے

---

[1] ......وہ سماں بہت اچھا ہوگا جب میں تیرے کوچے کے ارد گرد پھروں گا اس حالت میں کہ میرا چہرہ خون آلودہ اور گریبان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔

پر راضی نہیں ہوتا۔ ہونے والے واقعے کی خبر دینے والی دل خراش آواز حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کان میں پہنچی، صبر نہ ہو سکا بے تاب ہو کر چلاتی ہوئی دوڑیں، ''کاش! اس دن سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی، آج میری ماں فاطمہ کا انتقال ہوتا ہے، آج میرے باپ علی دنیا سے گزرتے ہیں، آج میرے بھائی حسن کا جنازہ نکلتا ہے، اے حسین! اے گزرے ہوؤں کی نشانی اور پسماندوں کی جائے پناہ!'' پھر غش کھا کر گر پڑیں۔

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا: ''اے بہن! اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے، اللہ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی راہ چلنی چاہیئے۔''

(الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنة احدی وستین...الخ، ج۳، ص۴۱۶ ملخصاً)

اب قیامت قائم ہوتی ہے

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواڑی جراحت کی
فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں امت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ مصیبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

کرم والوں نے در کھولا تو رحمت کا سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فضلِ شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و طلعت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزمِ گلرخاں میں لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

ادھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لئے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہارِ خوشنمائی پر ہے صدقے روح جنت کی

ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالے عطر میں ڈوبی ہوئی ہے روح نکہت کی

دلِ پرسوز کے سلگے اگر سوز ایسی کثرت سے
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اٹھی حسن ازل کے پاک جلوؤں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمینِ کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفیٰ کے چاند پر گھِر گھِر کر آتی ہیں
سیہ کارانِ امت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مٹادی دین کے ہمراہ عزت شرم وغیرت کی

مگر شیرِ خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا
پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اس شجاعت کی

تصدق ہو گئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روح جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمینِ کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی ان کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی رہے رویت کے شربت کی

شہیدِ ناز رکھ دیتا ہے گردن آب خنجر پر
جو موجیں باڑھ پر آجاتی ہیں دریائے الفت کی

یہ وقتِ زخم نکلا خون اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہوگئی مشعل شبستانِ محبت کی

سرِ بے تن تن آسانی کو شہرِ طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی ملکِ شہادت کی

حسنؔ سُنّی ہے پھر افراط وتفریط اس سے کیوں کر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

{دس محرم الحرام اور خاندانِ رسالت پر ظلم وستم کا آغاز }

روزِ عاشورا کی صبح جانگزا آتی اور جمعے کی سحر محشر زا منہ دکھاتی ہے۔امام عرش مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خیمہ اطہر سے برآمد ہوکر اپنے بَہتّر ساتھیوں، بتّیس سواروں ، چالیس پیادوں کالشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ دہنے بازو پر زہیر بن قین، بائیں پر حبیب بن مظہر[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سردار بنائے گئے اور نشان برداری پر حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقرر فرمائے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔اس انتظام کے بعد امام جنت مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تہیہ شہادت کے واسطے پاکی لینے تشریف لے گئے ۔عبد الرحمٰن بن عبد ربہ، یزید بن حصین ہمدانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) خیمے کے دروازے پر منتظر ہیں کہ بعد فراغِ امام خود بھی یہ سنت ادا کریں۔ابن حصین نے عبد الرحمٰن سے کچھ ہنسی کی بات کہی ، وہ بولے: ''یہ ہنسی کا کیا موقع ہے؟'' کہا: ''خدا گواہ ہے میری قوم بھر کو معلوم ہے کہ جوانی میں بھی کبھی میری ہنسی کی عادت نہ تھی، اس وقت میں اس چیز کے سبب سے خوش ہو رہا ہوں جوابھی ملا چاہتی ہے۔تم اس لشکر کو دیکھتے ہو جو ہمارے مقابلہ کے لئے تلا کھڑا ہے، خدا کی قسم ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں اتنی ہی دیر باقی ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہم پر جھک پڑے۔''

امام جنت مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) باہر تشریف لائے اور ناقہ پر سوار ہوکر اِتمامِ حجت کے لئے اشقیا کی طرف تشریف لے گئے ۔قریب پہنچ کر فرمایا: ''لوگو! میری بات سنو اور جلدی نہ کرو اگر تم انصاف کرو تو سعادت پاؤ ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع

[1] ......تاریخ کی کتابوں میں ان کا نام حبیب بن مطہر اور حبیب بن مظاہر بھی آیا ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔علمیہ

کرو اور جو کرنا ہے کر گزرو، میں مہلت نہیں چاہتا، میرا اللہ جس نے قرآن اتارا اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے' میرا کارساز ہے۔''

امام کی یہ آواز ان کی بہنوں کے کان تک پہنچی بے اختیار ہو کر رونے لگیں امام نے حضرت عباس اور امام زین العابدین کو خاموش کرنے کے لئے بھیج کر فرمایا: ''خدا کی قسم! انہیں بہت رونا ہے۔'' پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''ذرا میرا نسب تو بیان کرو اور سوچو تو میں کون ہوں؟...... اپنے گریبان میں منہ ڈالو، کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے؟...... میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے؟...... کیا میں تمہارے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کا نواسہ نہیں؟...... کیا تم نے نہ سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا: تم دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہو؟...... کیا اتنی بات تمہیں میری خوں ریزی سے روکنے کو کافی نہیں؟......''

شمر مردک نے کہا: ''ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو۔'' حبیب بن مظہر نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے تیرے دل پر مہر کر دی تُو کچھ نہیں جانتا۔'' پھر امام مظلوم نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میرے سوا روئے زمین پر کسی نبی کا کوئی نواسہ باقی نہیں۔ بتاؤ تو میں نے تمہارا کوئی آدمی مارا؟...... یا مال لُوٹا یا کسی کو زخمی کیا؟...... آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ چاہتے ہو؟......'' کوئی جوابدہ نہ ہوا، تو نام لے کر فرمایا: ''اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن ابجر[1]! اے قیس بن اشعث! اے زید بن الحارث! کیا تم نے مجھے خطوط نہ لکھے؟'' وہ خبیث صاف مکر گئے۔ فرمایا: ''ضرور لکھے۔'' پھر ارشاد ہوا: ''اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند رکھتے ہو تو واپس جانے دو۔'' اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ پھر

[1]...... تاریخ کی کتابوں میں حَجّار بن ابجر بھی آیا ہے۔ علمیہ

فرمایا: ''میں اپنے اور تمہارے رب عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ مجھے سنگسار کرو اور پناہ مانگتا ہوں اس مغرور سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لائے۔'' یہ فرما کر ناقہ شریف سے اتر آئے۔

زہیر بن قین ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے: ''اے اہلِ کوفہ! عذابِ الٰہی جلد آتا ہے۔ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ نصیحت کرے، ہم تم ابھی دینی بھائی ہیں، جب تلوار اٹھے گی تم الگ گروہ ہو گے ہم الگ۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اولاد کے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کے لئے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس سے ظلم و ستم کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔''

کوفیوں نے کہا: ''جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل نہ کرلیں یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔''

زہیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ''خدا کی قسم! فاطمہ کے بیٹے سمیہ کے بیٹے سے زیادہ مستحقِ محبت و نصرت ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو ان کے قتل کے بھی درپے نہ ہو۔'' اس پر شمر مردود نے ایک تیر مار کر کہا: ''چپ! بہت دیر سے تو نے ہمارا سر کھایا ہے۔''

زہیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ''او ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کرتا، تُو نرا جانور ہے، میرے خیال میں تجھے قرآن کی دو آیتیں بھی نہیں آتیں، تجھے قیامت کے دن دردناک عذاب اور رسوائی کا مژدہ ہو۔''

شمر بولا: ''کوئی گھڑی جاتی کہ تُو اور تیرا سردار قتل کیا جاتا ہے۔''

فرمایا: ''کیا مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ خدا کی قسم! ان کے قدموں پر مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ جینے سے پسند ہے۔'' پھر بلند آواز سے کہنے لگے: ''اے لوگو! تم کو یہ بے ادب اجڈ فریب دیتا اور دین حق سے بے خبر کرنا چاہتا ہے، جو لوگ اہلِ بیت یا ان کے ساتھیوں کو قتل کریں گے، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شفاعت انہیں نہ پہنچے گی۔'' امامِ عالی مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے واپس بلایا۔

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة احدی و ستین...الخ،ج۳،ص۴۱۷ ملخصاً)

اب شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم کی طرف حرکت دی۔ حر نے کہا: ''تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑے گا؟'' کہا: ''لڑوں گا اور ایسی لڑائی لڑوں گا جس کا ادنیٰ درجہ سروں کا اڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔'' کہا: ''وہ تین باتیں جو انہوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں؟'' کہا: ''میرا اختیار ہوتا تو مان لیتا۔''

(الکامل فی التاریخ،انضمام الحر...الخ،ج۳،ص۴۲۰ ملخصاً)

{حضرت حُر کی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت}

حر مجبورانہ لشکر کے ساتھ امام کی طرف بڑھے مگر یوں کہ بدن کانپ رہا ہے اور پہلو میں دل کے پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر ان کے ایک ہم قوم نے کہا: ''تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے، میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام اہلِ کوفہ میں بہادر کون ہے؟ تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں۔'' بولے: ''میں سوچتا ہوں کہ ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھلے ہیں اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے

ہیں اور میں اگر پرزے پرزے کر کے جلا دیا جاؤں تو جنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔''
یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ دی اور امام عالی مقام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ پھر عرض کی: ''اللہ مجھے حضور پر قربان کرے، میں حضور کا وہی ساتھی ہوں جس نے حضور کو واپس جانے سے روکا، جس نے حضور کو حراست میں لیا، خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ بدبخت لوگ حضور کا ارشاد قبول نہ کریں گے اور یہاں تک نوبت پہنچائیں گے، میں اپنے جی میں کہتا تھا خیر بعض باتیں ان کی کہی کرلوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری اطاعت سے نکل گیا اور انجام کار تو وہ حضور کا ارشاد کچھ نہ کچھ مان ہی لیں گے اور خدا کی قسم! مجھے یہ گمان ہو کہ یہ کچھ نہ مانیں گے تو مجھ سے اتنا بھی ہر گز واقع نہ ہو، اب میں تائب ہو کر حاضر آیا ہوں اور اپنی جان حضور پر قربان کرنی چاہتا ہوں، کیا میری توبہ حضور کے نزدیک مقبول ہوجائے گی؟'' فرمایا: ''ہاں! اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخش دینے والا ہے۔''

حُر یہ مژدہ سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے: ''کیا وہ باتیں جو امام نے پیش کی تھیں منظور نہیں؟'' ابن سعد نے کہا: ''ان کا ماننا میری قدرت سے باہر ہے۔'' فرمایا: ''اے کوفیو! تمہاری مائیں بے اولادی ہوں ...... تمہاری ماؤں کو تمہارا رونا نصیب ہو ...... کیا تم نے امام کو دشمنوں کے ہاتھ میں دینے کے لئے بلایا تھا؟ ...... کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ اپنی جانیں ان پر نثار کرو گے؟ ...... اور اب تمھیں ان کے قتل پر آمادہ ہو؟ یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اللہ کے کسی شہر میں چلے جائیں جہاں وہ، ان کے بال بچے امان پائیں ...... تم نے انہیں

قیدی بے دست و پا بنا رکھا ہے،......فرات کا بہتا پانی جسے خدا کے دشمن پی رہے ہیں اور گاؤں کے کتے سؤر جس میں لوٹ رہے ہیں...... حسین اور ان کے بچوں پر بند کیا گیا ہے...... پیاس کی تکلیف نے انہیں زمین سے لگا دیا ہے......تم نے کیا برا معاملہ کیا ذریتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے......اگر تم توبہ نہ کرو اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ تو اللہ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے۔''

(الکامل فی التاریخ،انضمام الحر...الخ، ج۳،ص ٤٢١ ملخصاً)

{مقابلے کا باقاعدہ آغاز}

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرتِ حر پر پتھر پھینکنے شروع کیے، یہ واپس ہو کر امام کے آگے کھڑے ہو گئے، لشکر اشقیا سے زیاد کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلہ کے لئے مبارز طلب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سامنے آئے، دونوں بولے ہم تمہیں نہیں جانتے، زہیر بن قین یا حبیب بن مظہر یا بریر بن حضیر (1) کو ہمارے مقابلہ کے لئے بھیجو۔ حضرتِ عبداللہ نے یسار سے فرمایا: ''او بدکار عورت کے بچے تو مجھ سے نہ لڑے گا! تیری لڑائی کے لئے بڑے بڑے چاہئیں!۔'' یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا وہ قتل ہوا، سالم نے آپ پر وار کیا بائیں ہاتھ سے روکا، انگلیاں اڑ گئیں، دہنے سے وار کیا، وہ بھی مارا گیا۔

یہ عبداللہ کوفے سے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انکی بی بی اُم وہب ان کے ساتھ تھیں۔ وہ خیمے کی چوب لے کر جہاد کے لئے

---

(1)......تاریخ کی کتابوں میں ان کا نام بریر بن خضیر بھی آیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔علمیہ

چلیں اور اپنے شوہر سے کہا: ''میرے ماں باپ تیرے قربان! قتال کران ستھرے، پاکیزہ نبی زادوں کے لئے۔'' کہا: ''تم عورتوں میں جاؤ۔'' نہ مانا اور کہا: ''تمہارے ساتھ مروں گی۔'' آخر حضرت امام نے آواز دی کہ '' اے بی بی! اللہ تجھ پر رحمت کرے، پلٹ آ کہ جہاد عورتوں پر فرض نہیں۔'' واپس آئیں۔ پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا، امام کے ساتھیوں نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیزے سامنے کئے، گھوڑے نیزوں کی سنانوں پر نہ بڑھ سکے، پیچھے پلٹے تو ادھر سے تیر چلائے گئے۔ وہ کتنے ہی زخمی ہوئے، کتنے ہی مارے گئے۔

ایک مردک ابن حوزہ نے پوچھا: ''کیا تم میں حسین ہیں؟'' کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا، لوگوں نے کہا: ''تیرا کیا کام ہے؟'' بولا: ''اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت [1] ہو۔'' فرمایا: ''تو جھوٹا ہے، میں اپنے مہربان رب کے پاس جاؤں گا۔'' پھر اس کا نام پوچھا۔ کہا: ابن حوزہ۔ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ حُذْہُ اِلَی النَّارِ الٰہی! اسے آگ کی طرف سمیٹ۔'' یہ سن کر وہ مردود غضب ناک ہوا، حضور کی طرف گھوڑا اچکایا، قدرتِ خدا کہ گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا، ایک پاؤں رکاب میں الجھ کر رہ گیا، اب گھوڑا اُڑا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی، سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، آخر اسی حال میں واصلِ جہنم ہوا۔ مسروق بن وائل حضرمی، امامِ مظلوم کے سرِ مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ ابن حوزہ کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا: خدا کی قسم! میں تو اہلِ بیت سے

---

[1] ......مخالفینِ حسین کے تعصب اور جہالت کی انتہا ہے جو قتلِ حسین کو نیکی تصور کئے ہوئے تھے۔

کبھی نہ لڑوں گا، پھر یزید بن معقل، حضرت بریر[1] سے کہنے لگا: ''خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟'' فرمایا: ''اچھا کیا۔'' کہا: ''تم نے جھوٹ کہا اور میں تم کو آج سے پہلے جھوٹا نہ جانتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔'' فرمایا: ''تو آؤ ہم تم مباہلہ کرلیں کہ اللہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جھوٹا سچے کے ہاتھ سے قتل ہو۔'' وہ راضی ہوگیا۔ مباہلہ کے بعد ابن معقل نے تلوار چھوڑی، خالی گئی، حضرت بریر[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وار کیا، خَود کاٹتا ہوا بھیجا چاٹ گیا۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی دوڑا اور حضرت بریر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے لپٹ گیا، کشتی ہونے لگی، حضرت بریر[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، پیچھے سے کعب بن جابر ازدی نے نیزہ مارا کہ پشت مبارک میں غائب ہوگیا، نیزہ کھا کر رضی کے سینے سے اترے اور اس مردک کی ناک دانتوں سے کاٹ لی کعب نے تلوار ماری کہ شہید ہوئے، جب کعب پلٹا، اس کی عورت نے کہا: ''میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی، تو نے فاطمہ کے بیٹے کے ہوتے دشمن کو مدد دی اور عالموں کے سردار بریر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کیا۔''

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص ۴۲۱ ملخصاً)

پھر امام کی جانب سے عمرو بن قرظہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوئے۔ حضرتِ حر نے قتال شدید کیا۔ یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے قتل فرمایا، نافع بن ہلال مرادی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میدان میں آئے، مزاحم بن حریث ان کا مزاحم ہوا۔ مرادی بامراد نے اس نامرد نامراد کو قتل کیا، یہ حالت دیکھ کر عمرو بن الحجاج چلایا: ''اے لوگو! تم جانتے ہو کن سے لڑ رہے ہو؟ تمہارے سامنے وہ بہادر ہیں جنہیں مرنے کا شوق ہے، ایک ایک ان

[1] ...... بریر بن حضیر

سے میدان نہ کرو، وہ بہت کم ہیں، خدا کی قسم! تم سب مل کر پتھر مارو گے تو قتل کرلو گے۔''

ابن سعد نے یہ رائے پسند کر کے لوگوں کو تنہا میدان کرنے سے روک دیا، پھر عمرو بن الحجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں مسلم بن عوسجہ اسدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے شہادت پائی۔ عمرو پلٹ گیا، ان میں ابھی رمق باقی تھی، حبیب بن مظہر نے کہا: ''تمہیں جنت کا مژدہ ہو، تمہارا گرنا مجھ پر سخت شاق ہوا، میں ابھی عنقریب تم سے ملا چاہتا ہوں، مجھے کوئی وصیت کرو کہ اس پر عمل کروں۔'' مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ان پر قربان ہو جانا۔'' حبیب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ پھر خبیث ابن سعد نے پانسو تیر انداز ابن نمیر کے ساتھ جماعتِ امام پر بھیجے۔ اب تین دن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا، امام کے ساتھی گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہولئے اور یہ پیادہ ہونا اس مصلحت سے تھا کہ اس ناگہانی بلا سے کہ ایک ساتھ پانسو تیر چٹکیوں سے نکل رہا ہے، گھبرا کر پاؤں نہ اکھڑ جائیں، مارنا مرنا جو کچھ ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ امام کو چھوڑ کر بھاگنے اور پیٹھ دکھانے کی راہ نہ رہے۔ حضرتِ حر سخت لڑائی لڑے، یہاں تک کہ دوپہر ہوگیا، ان پانسو نے ان کے تیس ساتھیوں پر کچھ قدرت نہ پائی۔

جب شقی ابن سعد نے یہ حال دیکھا کہ سامنے سے جانے کی طاقت نہیں، اس میدان کے دہنے بائیں کچھ مکان واقع تھے، ان میں لوگ بھیجے کہ جماعتِ امام پر دہنے بائیں سے بھی حملہ ہو سکے۔ امام مظلوم کے تین چار ساتھی پہلے سے بیٹھ رہے، جو کودا، مارلیا۔ ابن سعد نے جل کر کہا کہ ''مکانات میں آگ لگا دی جائے۔'' امام نے فرمایا: ''جلا لینے دو، جب آگ لگ جائے گی تو ادھر سے حملے کا اندیشہ نہ رہے گا۔''

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص ۴۲۳ ملخصاً)

شمر مردود حملہ کرکے خیمہ اطہر کے قریب پہنچا اور جنت والوں کا خیمہ پھونکنے کو جہنمی نے آگ مانگی۔ اس کے ساتھی حمید بن مسلم نے کہا کہ ''خیمے کو آگ دے کر عورتوں، بچوں کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں۔'' اس دوزخی نے نہ مانا۔ شیث بن ربعی کوفی نے کہ اس ناپاک لشکر کے سرداروں میں تھا، اس ناری کو آگ لگانے سے باز رکھا۔ اس عرصے میں حضرت زہیر بن قین دس صاحبوں کے ساتھ شمر مردود کے لشکر پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوئے کہ ان بدبختوں کو بھاگتے اور پیٹھ دکھاتے ہی بن پڑی۔ اس حملے میں ابوعزہ مارا گیا۔ دشمنوں نے جمع ہو کر ان گیارہ پر پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے جتنے مارے جاتے کثرت کی وجہ سے معلوم بھی نہ ہوتے اور ان میں کا ایک بھی شہید ہوتا تو سب پر ظاہر ہوجاتا۔ اسی عرصہ میں نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔ حضرت ابوثمامہ الصائدی نے امام سے عرض کی: ''میری جان حضور پر قربان میں دیکھتا ہوں کہ اب دشمن پاس آ گئے، خدا کی قسم! جب تک میں اپنی جان حضور پر نثار نہ کرلوں، حضور شہید نہ ہوں گے، مگر آرزو یہ ہے کہ ظہر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔'' امام نے فرمایا: ''ہاں! یہ اول وقت ہے، ان سے کہو اس قدر مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔'' امام کی کرامت کہ یہ بات ان بے دینوں نے قبول کرلی۔

ابن نمیر مردک نے کہا ''یہ نماز قبول نہ ہوگی۔'' حضرت حبیب بن مظہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ''آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور اے گدھے تیری قبول ہوگی؟'' اس نے ان پر وار کیا، انہوں نے خالی دے کر تلوار ماری، گھوڑے پر پڑی، گھوڑا گرا اور اس کے ساتھ وہ مردود بھی زمین پر آیا، اس کے ہمراہی جلدی کرکے اسے اٹھا لے گئے۔ پھر انہوں نے قتال شدید کیا۔ بنی تمیم سے بدیل بن صریم کو قتل فرمایا، دوسرے تمیمی نے

ان کے نیزہ مارا، اٹھنا چاہتے تھے کہ ابن نمیر خبیث نے تلوار چھوڑ دی، شہید ہو گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کی شہادت کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔

اب حضرت حرّ اور زہیر بن قین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے یہ شروع کیا کہ ایک ان خبیثوں پر حملہ فرماتے، جب وہ اس ہر بونگ میں گھر جاتے، دوسرے لڑ بھڑ کر چھٹا لاتے، جب یہ گِھر کر غائب ہو جاتے، وہ پہلے حملہ کرتے اور بچا لاتے۔ دیر تک یہی حالت رہی پھر پیادوں کا لشکر حضرت حرّ پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کیا۔

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۲۵ ملخصاً)

روضۃ الشہداء میں ہے جب حرّ زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی، حضرت بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ فرما کر اٹھا لائے، زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے۔ حرّ نے آنکھ کھول دی اور اپنا سر امام کے زانو پر پا کر مسکرائے اور عرض کی: "حضور! اب تو مجھ سے خوش ہوئے؟" فرمایا "ہم راضی ہیں، اللہ بھی تم سے راضی ہو۔" حرّ نے یہ مژدہ جاں فزا سن کر امام پر نقد جاں نثار کیا اور بہشت بریں کی راہ لی۔ ؎

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

صلائے قصہ خواں فرقت کی شب سو یہ کہانی ہے
تیرے زانو ہی کے تکیے پہ مجھ کو نیند آنی ہے

حرّ کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال میں نہ لاتے یہاں تک کہ امام کے

قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کردیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی[1] نے امام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور اپنے چہرے اور سینے کو امام کی سپر بنا کر کھڑے ہوگئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آرہے ہیں اور یہ کامل اطمینان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھارہے ہیں۔ اس وقت اس شرابِ محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین کو پیٹھ کے پیچھے لے کر جنگِ احد کا سماں یاد دلایا ہے، وہاں بھی ایک عاشق جانباز مسلمانوں کی لڑائی بگڑ جانے پر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے دشمنوں کے حملوں کی سپر بن کر آ کھڑا ہوا تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم انہیں کے پیچھے قیام فرماتے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو ترکش سے تیر عطا فرماتے جاتے اور ہر تیر پر ارشاد ہوتا "اِرمِ سَعد بِـاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ" تیر مار اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ اللہ کی شان، جنگِ احد میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جاں نثاری کی وہ کیفیت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی سپر بن گئے اور دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا اور واقعہ کربلا میں ابن سعد کی زیاں کاری کی یہ حالت کہ دشمنوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بیٹے کے مقابلہ پر لایا ہے۔ بزرگوار باپ کے تیر اسلام کے دشمنوں پر چل رہے تھے، ناہنجار بیٹے کے تیر مسلمانوں کے سردار پر چھوٹ رہے ہیں۔

ع ببیں[2] تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

غرض حضرت حنفی نے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گر پڑے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت زہیر بن قین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس طوفان بے

1 ......سعید بن عبداللہ حنفی

2 ......دیکھ! رستوں کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔

تمیزی کے روکنے میں جان توڑ کوشش کی اور سخت لڑائی لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت نافع بن ہلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیروں پر اپنا نام کندہ کرا کر زہر میں بجھایا تھا۔ ان سے بارہ شقی قتل کئے اور بے شمار زخمی کر ڈالے۔ دشمن ان پر بھی ہجوم کر آئے، دونوں بازوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے مجبور ہو کر گرفتار ہو گئے۔ شمر خبیث انہیں ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ہلال کے چاند کا چہرہ خون سے بھرا تھا اور وہ بپھرا ہوا شیر کہہ رہا تھا: ''میں نے تم میں کے ۱۲ گرائے اور بے گنتی گھائل کئے، اگر میرے ہاتھ نہ ٹوٹتے تو میں گرفتار نہ ہوتا۔'' شمر نے ان کے قتل پر تلوار کھینچی، فرمایا: ''تو مسلمان ہوتا، تو خدا کی قسم! ہمارا خون کر کے خدا سے ملنا پسند نہ کرتا، اس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے ہماری موت بدتر انِ خلق کے ہاتھ پر رکھی۔'' شمر نے شہید کر دیا۔ پھر باقی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا امام کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب ان میں امام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی، شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی امام عرش مقام کو کوئی صدمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ و عبدالرحمٰن پسرانِ عروہ غفاری اجازت لے کر بڑھے اور لڑائی میں مشغول ہو کر شہید ہو گئے۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کہ دونوں ایک ماں کے بیٹے اور باپ کی طرف سے چچا زاد تھے، حاضرِ خدمت ہو کر رونے لگے۔ امام نے فرمایا: ''کیوں روتے ہو؟ کچھ ہی دیر باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔'' عرض کی: ''واللہ! ہم اپنے لئے نہیں روتے بلکہ حضور کے واسطے روتے ہیں کہ اب ہم میں حضور کی محافظت کی طاقت نہ رہی۔'' فرمایا: ''اللہ تم کو جزائے خیر دے۔'' بالآخر یہ دونوں بھی رخصت ہو کر بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امام کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیاتیں پڑھیں اور کوفیوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا مگر وہاں ایسی کون سنتا تھا، یہ بھی سلام کر کے گئے اور دادِ شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔شوذب بن شاکر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رخصت پا کر بڑھے اور شہادت پا کر دارالسلام پہنچے۔حضرت عابس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اجازت لے کر چلے اور مبارِز مانگا ان کی مشہور بہادری کے خوف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ابن سعد نے کہا: ''انہیں پتھروں سے مارو۔'' چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ جب انہوں نے ان نامردوں کی یہ حرکت دیکھی، طیش میں بھر کر زرہ اتار، خود پھینک، حملہ آور ہوئے ،دم کے دم میں سب کو بھگا دیا۔دشمن پھر حواس جمع کر کے آئے اور انہیں بھی شہید کیا۔

یزید بن ابی زیاد کندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جو کوفے کے لشکر میں تھے اور نار سے نکل کر نور میں آگئے تھے ،دشمنوں پر تیر مارنے شروع کئے ،ان کے ہر تیر پر امام نے دعا فرمائی: ''الٰہی! اس کا تیر خطا نہ ہو اور اسے جنت عطا فرما۔'' سو تیر مارے جن میں پانچ بھی خطا نہ گئے، آخر کار شہید ہوئے۔اس واقعہ میں سب سے پہلے انہوں ہی نے شہادت پائی اور شہیدانِ کربلا کی ترتیب وار فہرست، انہیں کے نام سے شروع ہوئی ہے،عمرو بن خالد مع سعد مولی و جبار بن حارث و مجمع بن عبیداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لڑتے لڑتے دشمنوں میں ڈوب گئے۔اس وقت اشقیا نے سخت حملہ کیا،حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حملہ فرما کر چھڑا لائے ۔زخموں میں چُور تھے اسی حال میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

{چمنِ رسالت کے مہکتے پھولوں کی شہادت کی ابتدا }

اب امام کے وفادار اور جاں نثار سپاہیوں میں چند رشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا، ان حضرات میں سب سے پہلے جو دشمنوں کے مقابلہ پر تشریف لائے امام کے صاحبزادے حضرت علی اکبر[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ شیروں کے حملے مشہور ہیں، پھر یہ شیر تو محمدی کچھار کا شیر ہے۔ اسکے جھنجھلائے ہوئے حملہ سے خدا کی پناہ، دشمنوں کو قہرِ الٰہی کا نمونہ دکھا دیا، جس نے سر اٹھایا نیچا دکھایا۔ صف شکن حملوں سے جدھر بڑھے، دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے، دیر تک قتال کرتے اور قتل فرماتے رہے، پیاس اور ترقی پکڑ گئی، واپس تشریف لائے اور دم راست فرما کر پھر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی جان پر وہی قیامت برپا کر دی۔ چند بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ مرہ بن منقذ عبدی شقی کا نیزہ لگا اور بدبختوں نے تلواروں پر رکھ لیا۔ جنت علیا میں آرام فرمایا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر امام نے فرمایا: ''بیٹے! خدا تیرے شہید کرنے والے کو قتل کرے، تیرے بعد دنیا پر خاک ہے، یہ قوم اللہ سے کتنی بے باک اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے حرمتی پر کس قدر جری ہے۔'' پھر نعش مبارک اٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے پاس رکھ لی پھر عبداللہ بن مسلم لڑائی پر گئے اور شہید ہوئے۔

(الکامل فی التاریخ، و کان اول من قتل... الخ، ج۳، ص۴۲۸ ملخصاً)

1......ان کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ ہیں نہ حضرت شہر بانو[1] جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ ۱۲ منہ

1 ایران کی فتوحات میں شاہ یزدگرد کی دو لڑکیاں باندیاں بن کر آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک خاتون شہر بانو کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دے دیا جن کے بطن سے علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوئے۔

اب اعدا نے چارطرف سے نرغہ کیا۔اس نرغے میں عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر طیار اور عبدالرحمٰن و جعفر، پسرانِ عقیل نے شہادتیں پائیں ۔ پھر حضرتِ قاسم، حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھا کر زمین پر گرے ،امام کو چچا! کہہ کرآواز دی،امام شیرِ غضبناک کی طرح پہنچے، اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی ،اس نے روکی ، ہاتھ کہنی سے اڑ گیا۔وہ چلایا،کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گرد وغبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑ گئیں۔

جب گرد چھٹی تو دیکھا ،امام حضرت قاسم کی لاش پر فرمارہے ہیں:''قاسم! تیرے قاتل رحمتِ الٰہی سے دور ہیں،خدا کی قسم! تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تُو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے۔'' پھر انہیں بھی اپنے سینے پر اٹھا کر لے گئے اور حضرتِ علی اکبر کے برابر لٹا دیا۔اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اور ان کے تینوں بھائی اور امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابو بکر اور سب بھائی بھتیجے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شہید ہو گئے۔اللہ انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم تنہا رہ گئے ،خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اٹھا کر میدان میں لائے،ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے،امام نے ان کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی:''الٰہی! اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔''

(الکامل فی التاریخ،و کان اول من قتل...الخ، ج۳،ص۴۲۹ ملخصاً)

ے پھول کِھل کِھل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پر ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین

{امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوتے ہیں }

حسن وعشق کے باہمی تعلقات سے جو آگاہ ہیں، جانتے ہیں کہ وصلِ دوست جسے چاہنے والے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، بغیر مصیبتیں اٹھائے اور بلائیں جھیلے حاصل نہیں ہوتا۔

رباعی

اے[1] دل بہوس برسرِ کارے نرسی
تاغم نہ خوری بغم گسارے نرسی

تاسودہ نہ گردی چوحنا درتہ سنگ
ہرگز بکفِ پائے نگارے نرسی

دل میں نشتر چبھو کر توڑ دیتے اور کلیجے میں چھریاں مار کر چھوڑ دیتے ہیں اور پھر تاکید ہوتی ہے کہ اُف کی تو عاشقوں کے دفتر سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ غرض پہلے ہرطرح اطمینان کر لیتے اور امتحان فرما لیتے ہیں، جب کہیں چلمن سے ایک جھلک دکھانے کی نوبت آتی ہے۔

---

[1]...... اے دل ہوس سے تو کامیاب نہ ہوگا جب تک تو غم نہ کھائے گا غم گسار تک تیری رسائی نہ ہوگی، جب تک تو مہندی کی طرح پتھر کے نیچے پس نہ جائے گا محبوب کے تلوے تک تیری رسائی نہ ہوسکے گی۔

ع رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

رباعی

خوباں[1] دل وجاں بینوا میخواہند زخمے کہ زنند مرحبا میخواہند

ایں[2] قوم ایں قوم چشم بدُور ایں قوم خون می ریزند وخوں بہا میخواہند

اور یہ امتحان کچھ حسینانِ زمانہ ہی کا دستور نہیں، حسنِ ازل کی دلکش تجلیوں اور دلچسپ جلوؤں کا بھی معمول ہے کہ فرمایا جاتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ[3]

اور ضرور ہم تمہارا امتحان کریں گے کچھ خوف کچھ بھوک سے اور مال گھٹا کر اور جانوں اور پھلوں سے۔[4]

جب ان کڑیوں کو جھیل لیا جاتا اور ان تکلیفوں کو برداشت کرلیا جاتا ہے تو پھر کیا پوچھنا؟ سراپردۂ جمال ترسی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیا جاتا اور مدت کے بے قرار دل کو راحت وآرام کا پتلا بنا دیا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر تو میدانِ کربلا میں امامِ مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو وطن سے چھڑا کر پردیسی بنا کر لائے ہیں اور آج صبح سے ہمراہیوں، رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کر کے جدا کرلیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں، ہری بھری پھلواڑی کے

---

[1] ......محبوب عشاق سے ایسے دل وجان چاہتے ہیں جو بے نوا ہوں۔ زخم لگا کر انہی سے مرحبا کے طالب ہوتے ہیں۔

[2] ......یہ گروہ، چشم بددور عجیب گروہ ہے خود قتل کرتے ہیں اور پھر خون بہا طلب کرتے ہیں۔

[3] ......(القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، ۱۵۵)

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ علمیہ

سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں، پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی؟ کہ راہ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن کے لیے مدینے سے چلے تھے، جب تو ایک ایک کو بھیج کر قربان کرادیا اور جو اپنے پاؤں نہ جاسکتے تھے، ان کو ہاتھوں پر لے کر نذر کر آئے۔ کہاں ہیں وہ ملائکہ جو حضرت انسان کی پیدائش پر چون وچرا کرتے تھے، اپنی جانمازوں اور تسبیح وتقدیس کے مصلوں سے اٹھ کر آج کربلا کے میدان کی سیر کریں اور "اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾[1] "[2] کی شاندار تفصیل حیرت کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس دل دکھانے والے معرکے میں امتحان سبھی کا منظور تھا، مگر حسینِ مظلوم کا اصلی اور اَوروں کا طفیلی، اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے جو صرف امام ہی کے دشمن امام ہی کے خون کے پیاسے تھے، پہلے امام کو شہید کرا دیا جاتا۔ اللہ اکبر! اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ امام مظلوم اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہے ہیں، بیکسی کی حالت، تنہائی کی کیفیت، تین دن کے پیاسے، مقدس جگر پر سینکڑوں تیر کھائے، ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرما رہے ہیں، اہل بیت کی صغیر سن صاحبزادیاں، دنیا میں جن کی ناز برداری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے بے چین ہو ہو کر رو رہی ہیں بے کس سیدانیاں، یہاں جن کے عیش، جن کے آرام کا خاتمہ ان کی رخصت کے ساتھ خیر باد کہنے والا ہے، سخت بے چینی کے ساتھ اشکبار ہیں۔ اور بعض وہ

---

[1] ......فاضل مؤلف کا اشارہ تخلیق آدم پر ملائکہ کے اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے" (۳۰/۱) کی جانب ہے۔

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ (پ ۱، البقرۃ: ۳۰) علمیہ

مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر کہنا ہر طریقے سے درست ہوسکتا ہے جن کا سہاگ خاک میں ملنے والا اور جن کا ہرا آسرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے روتے روتے بے حال ہوگئی ہیں ان کے اُڑے ہوئے رنگ والے چہرے پر سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسلسل اور لگاتار آنسوؤں کی روانی صورتِ حال دکھا دکھا کر عرض کررہی ہے: ؎

می روی و گریہ می آید مرا[1]
ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد

اس وقت حضرت امام زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دل نے آج کیسے کیسے صدمے اٹھائے اور اب کیسی مصیبت جھیلنے کے سامان ہورہے ہیں۔ بیماری، پردیس، بچپن کے ساتھیوں کی جدائی، ساتھ کھیلے ہوؤں کا فراق، پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کر رکھا ہے؟ اب ضدیں پوری کرنے والے اور ناز اٹھانے والے مہربان باپ کا سایہ بھی سرِ مبارک سے اٹھنے والا ہے اس پر طرّہ یہ کہ ان مصیبتوں، ان ناقابلِ برداشت تکلیفوں میں کوئی بات پوچھنے والا بھی نہیں۔ ؎

درد دل اٹھ اٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو
پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

اب امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بچوں کو کلیجے سے لگا کر، عورتوں کو صبر کی تلقین فرما کر آخری

---

[1] ...... تیرے رخصت ہونے پر مجھے رونا آتا ہے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ تا کہ مجھے قرار آجائے اور میرے آنسو تھم جائیں۔

دیدار دکھا کر تشریف لے چلے ہیں۔

از پیش من آں رشک چمن میگزرد[1]
چوں روح روانیکہ زتن میگزرد

حال عجبے روزِ وداعش دارم
من از سرو جاں از من میگزرد

ہائے! اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ رکاب تھام کر سوار کرائے یا میدان تک ساتھ جائے۔ہاں! کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوسی بھری نگاہیں ہیں، جو ہر قدم پر امام کے ساتھ ساتھ ہیں، امام مظلوم کا جو قدم آگے پڑتا ہے، ''یتیمی'' بچوں اور''بے کسی'' عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ امام کے متعلقین، امام کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی، اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں، مگر ان کے آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ، ان کے بے کسی چھائے ہوئے چہروں کا اڑا ہوا رنگ، جگر گوشوں کی شہادت، امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رخصت، اپنی بے بسی، گھر بھر کی تباہی پر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر
قافلہ سارا روانہ ہو گیا

---

[1]......وہ رشک چمن محبوب میری نظروں سے یوں اوجھل ہوتا ہے جیسے روح جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بچھڑنے پر میرا عجیب حال ہے گویا میں سر سے اور جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔

تاریخ کا پچھلا حصہ اور امام تشنہ کام کی شہادت

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت

کس زباں سے ہو بیان عز و شانِ اہل بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہل بیت

مصطفیٰ[1] بائع خریدار اس کا اللّٰہُ اشْتَرٰی[2]
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہل بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہل بیت

---

[1]......بیچنے والے

[2]......اشارہ بآیۂ کریمہ: ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة . بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔(مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعتیہ دیوان "ذوقِ نعت" میں اشتری کے بجائے مشتری لکھا ہے۔علمیہ)

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت

ہوگئی تحقیقِ عید دیدِ آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہل بیت

جُمُعَہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کرکے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہل بیت

اے شبابِ فصلِ گل! یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے؟
دن دھاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

خشک ہوجا خاک ہوکر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلِ بیت

خاک پر عباس و عثمان علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اٹھائے گا نشانِ اہل بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلِ بیت

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثان کو کاروانِ اہل بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہل بیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہل بیت

ابرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہرِ آسمانِ اہل بیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک وخون میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہل بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہل بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے یارب[1] میانِ اہل بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہل بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدانے قدر وشانِ اہل بیت

دولت دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہل بیت

---

[1] ......مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نعتیہ دیوان "ذوقِ نعت" میں یہاں "یارب" کے بجائے "برپا" لکھا ہے۔علمیہ

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہل بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہل بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ دشمنانِ اہل بیت

بےادب گستاخ فرقے کوسنادے اے حسؔن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

اے کوثر! اپنے ٹھنڈے اور خوشگوار پانی کی سبیل تیار رکھ کہ تین دن کے پیاسے تیرے کنارے جلوہ فرمائیں گے۔..........

اے طوبیٰ! اپنے سائے کے دامن اور دراز کر، کربلا کی دھوپ کے لپٹنے والے تیرے نیچے آرام لیں گے۔.............

آج میدانِ کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کیے، ٹھنڈے پانی کے پیالے لئے حاضر ہیں ......آسمان سے ملائکہ کی لگاتار آمد نے سطحِ ہوا کو بالکل بھر دیا ہے اور پاک روحوں نے بہشت کے مکانوں کوسونا کردیا......خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مدینہ طیبہ سے اپنے بیٹے لاڈلے حسین کی قتل گاہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں ......ریشِ مبارک اور سرِ اطہر کے بال گرد میں اَٹے ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے...... دستِ مبارک میں ایک شیشہ ہے، جس میں شہیدوں کا خون جمع کیا گیا ہے......اور اب مقدس دل کے چین پیارے حسین کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچہ[1] ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقتِ جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

غرض آج کربلا میں حسینی میلا لگا ہوا ہے ......حوروں سے کہو کہ اپنی خوشبودار چوٹیاں کھول کر کربلا کا میدان صاف کریں کہ تمہاری شہزادی ،تمہاری آقائے نعمت فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لال کے شہید کرنے اور خاک پر لٹائے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے......رضوان کو خبر دو کہ جنتوں کو بھینی بھینی خوشبوؤں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے آراستہ کر کے دلہن بنا رکھے کہ بزمِ شہادت کا دولھا بہتے خون کا سہرا باندھے زخموں کے ہار گلے میں ڈالے عنقریب تشریف لانے والا ہے۔

ساعت آہ و بکا و بے قراری آ گئی
سیدِ مظلوم کی رَن میں سواری آ گئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امامِ بے کس و تنہا کی باری آ گئی

امام نے شمر خبیث کو خیمۂ اطہر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''خرابی ہو تمہارے لئے اگر دین نہیں رکھتے اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو شرافت سے تو نہ گزرو، میرے اہل بیت سے اپنے جاہل سرکشوں کو روکو، دشمن ادھر سے باز رہے۔''

اب چار طرف سے امام مظلوم ،جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کر کے لایا ہے، نرغہ ہوا ۔امام دہنی طرف حملہ فرماتے تو دور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا ،بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

---

[1]......تیرے نیاز مند نے جہان سے کس ناز و انداز سے کوچ کیا ہوگا جب جاں سپاری کے وقت تو اس کے سرہانے موجود ہوگا۔

خدا کی قسم! وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر آپڑتا ہے، لڑائی نے طول کھینچا ہے، دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں، ناگاہ امام کا گھوڑا بھی کام آ گیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔

تین دن کے پیاسے تھے ایک بدبخت نے فرات کی طرف اشارہ کرکے کہا: ''وہ دیکھئے کیسا چمک رہا ہے، مگر تم اس میں سے ایک بوند نہ پاؤ گے یہاں تک کہ پیاسے ہی مارے جاؤ گے۔'' فرمایا: ''اللہ! تجھ کو پیاسا قتل کرے۔'' فوراً پیاس میں مبتلا ہوا، پانی پیتا اور پیاس نہ بجھتی یہاں تک کہ پیاسا ہی مرگیا۔ حملہ کرتے اور فرماتے: ''کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو؟ ہاں ہاں، خدا کی قسم! میرے بعد کسی کو قتل نہ کرو گے، جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناخوشی کا سبب ہو، خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے اور تم سے وہ بدلہ لے جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہ ہو، خدا کی قسم! تم مجھے قتل کرو گے تو اللہ تم میں پھوٹ ڈالے گا اور تمہارے خون بہائے گا اور اس پر راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ تمہارے لئے دکھ دینے والا عذاب چندر چند بڑھائے گا۔'' (الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص ۴۳۱)

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا: ''تمہاری مائیں تم کو پیٹیں کیا انتظار کر رہے ہو حسین کو قتل کرو۔'' اب چار طرف سے ظلمت کے ابر اور تاریکی کے بادل فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے چاند پر چھا گئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام تھک گئے ہیں .... زخموں سے چور ہیں .... ۳۳ زخم نیزے کے ۳۴ گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں .... تیروں کا شمار نہیں .... اٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں .... اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا .... سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے۔

اس کا ہاتھ کانپا۔ سنان ولد الشیطان بولا: ''تیرا ہاتھ بیکار ہو'' اور خود گھوڑے سے اتر کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبویوں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی......

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍوَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہٖ وَاَعْدَائِہِمِ الظّٰلِمِیْنَ .

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام کا لباس مبارک اتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔

اللہ واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور درکنار اہل بیت کے سروں سے ڈوپٹے تک ......، اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا: ''کوئی ہے کہ حسین کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کر دے؟'' .....دس مردود گھوڑے کداتے دوڑے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود کے پالے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سینے پر کھیلنے والے، کے تنِ مبارک کو سموں سے روندھا کہ سینہ و پشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں.....

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍوَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہٖ وَاَعْدَائِہِمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۲)

{شہادت کے بعد کے واقعات}

کبڑے کتے شمر خبیث نے چاہا کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی شہید کرے، حمید بن مسلم بولا: ''سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کئے جائیں گے؟'' ظالم باز رہا۔

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۳ وغیرہ)

پھر سرِ مبارک امام مظلوم و شہدائے مرحوم خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ جب کوفے آئے مکان بند پایا۔ خولی سر مبارک لیکر گھر آیا اور اپنی عورت نوار سے کہا: ''میں تیرے لئے وہ چیز لایا ہوں جو عمر بھر کو غنی کر دے۔'' اس نے پوچھا: ''کیا ہے؟'' کہا ''حسین کا سر'' بولی: ''خرابی ہو تیرے لئے، لوگ چاندی سونا لے کر آتے ہیں اور تُو رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم) کے بیٹے کا سر لایا۔ خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔'' یہ بی بی کہتی ہے: ''میں نے رات بھر دیکھا کہ ایک نورِ عظیم سرِ مبارک سے آسمان تک بلند ہے اور سپید پرند سرِ اقدس پر قربان ہو رہے ہیں۔'' (الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص۴۳۴ وغیرہ)

جب سر مبارک ابن زیاد خبیث کے پاس لایا گیا، اس کے گھر کے در و دیوار سے خون بہنے لگا۔ وہ شقی چھڑی سے دندانِ مبارک چھو کر بولا: ''میں نے ایسا خوبصورت نہ دیکھا، دانت کیسے اچھے ہیں۔'' زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف رکھتے تھے، فرمایا: ''اپنی چھڑی ہٹا، میں نے مدتوں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کو ان ہونٹوں کو چومتے اور پیار کرتے دیکھا ہے۔'' یہ کہہ کر رونے لگے۔ وہ خبیث بولا: ''تمہیں رونا نصیب ہو، اگر سٹھ نہ گئے ہوتے تو گردن مار دیتا۔'' یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مردود کے

درباریوں سے فرمایا: ''تم نے فاطمہ کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوقتل کیا اور مرجانہ کے جنے کو امیر بنایا، آج سے تم غلام ہو، خدا کی قسم! تمہارے اچھے اچھے قتل کئے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے غلام بنالئے جائیں گے۔ دور ہوں وہ جو ذلت وعار پر راضی ہوں۔'' پھر فرمایا ''اے ابنِ زیاد! میں تجھ سے وہ حدیث ضرور بیان کروں گا جو تجھے غیظ وغضب کی آگ میں پھونک دے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا دہنی ران مبارک پر حسن کو بٹھایا اور بائیں پر حسین کو اور دستِ اقدس ان کے سروں پر رکھ کر دعا فرمائی: ''الٰہی! میں ان دونوں کو تجھے اور نیک مسلمانوں کو سونپتا ہوں''۔ اے ابن زیاد! دیکھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی امانت کے ساتھ تو نے کیا کیا؟'' ادھر ظالموں نے عابد بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں اور بیبیوں کو اونٹوں پر سوار کرا کر، دو روز بعد کربلا سے کوچ کیا۔

سوار گھوڑوں پر اعداء پیادہ شہزادہ
الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

جب یہ مظلوموں کا لٹا ہوا قافلہ شہیدوں کی لاشوں پر گزرا کہ بے گور وکفن میدان میں پڑے ہیں، حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے تابانہ چلا اٹھیں: ''یارسول اللہ! حضور پر ملائکہ آسمان کی درودیں، حضور! یہ ہیں حسین .... میدان میں لیٹے .... سر سے پاؤں تک خون میں لپٹے .... تمام بدن کے جوڑ کٹے اور حضور کی بیٹیاں قیدی ہوئیں اور حضور کے بچے مقتول پڑے ہیں جن پر ہوا خاک اڑا کر ڈالتی ہے۔......''

(الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج۳، ص ٤٣٤)

جب یہ مظلوم قافلہ، ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچا، اس نے عابد مظلوم سے بحث

کی ،مسکت جواب پانے پر حیران ہو کر بولا: ”خدا کی قسم! تم انہیں میں سے ہو۔“ پھر ایک شخص سے کہا: ”دیکھ تو یہ بالغ ہیں“ اس پر مری بن معاذ احمری شقی نے سید مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے ستر کر کے دیکھا، کہا: ”ہاں جوان ہیں۔“ خبیث بولا: ”انہیں بھی قتل کر۔“ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے تاب ہو کر مظلوم بھتیجے کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ”ابن زیاد بس کر! ابھی ہمارے خون سے تو سیراب نہ ہوا؟ ہم میں تو نے کسے باقی چھوڑا ہے؟ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ..... اس بچے کو قتل کرے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔“

عابد مظلوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ”اے ابن زیاد! ان بے کس عورتوں کا کون نگہبان رہے گا؟ دین و دیانت و حقوق رسالت تو برباد گئے، آخر تجھے ان سے کچھ قرابت بھی ہے، اسی کا خیال کر کے ان کے ساتھ کوئی خدا ترس بندہ کر دینا، جو اسلامی پاس کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچا آئے۔“ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی یہ حالت دیکھ کر خبیث بولا: ”خون کی شرکت بھی کیا چیز ہے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بی بی یہی چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو قتل کروں تو انہیں بھی قتل کر دوں، خیر لڑکے کو چھوڑ دو کہ اپنے ناموس کے ساتھ رہے۔“ (الکامل فی التاریخ،المعرکة، ج۳، ص ٤٣٥)

سرِ انور کی کرامات

اب یہ قافلہ اور شہیدوں کے سر شام کو روانہ کئے گئے۔ سر مبارک نیزہ پر تھا، راہ میں ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ کیا تونے جانا کہ کہف ورقیم والے ہماری نشانیوں سے اچنبا تھے۔[1]

سر مبارک نے فرمایا: "یَاتَالِیَ الْقُرْاٰنِ اَعْجَبُ مِنْ قِصَّةِ اَصْحَابِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ" اے قرآن پڑھنے والے! اصحاب کہف کے قصے سے زیادہ عجیب ہے میرا قتل کرنا اور سر نیزے پر لئے پھرنا۔ ظالم جہاں ٹھہرتے سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پہرا دیتے۔ (شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ...الخ، ص ۲۱۲) ایک راہب نصرانی نے دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا: ''تم برے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔'' دنیا کے کتوں نے قبول کرلیا۔ راہب نے سر مبارک لیکر دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا، راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا اور اس کا مال متاع چھوڑ کر اہلِ بیت کی خدمت میں عمر گزار دی۔ صبح ان خبیثوں نے اشرفیوں کے توڑے آپس میں حصے کرنے کو کھولے، سب اشرفیاں ٹھیکریاں ہو گئی تھیں، انکے ایک طرف لکھا تھا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ہرگز اللہ کو غافل نہ جانیو ظالموں کے کاموں سے[2]

اور دوسری طرف لکھا تھا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝۲۲۷ اب جانے جاتے ہیں ظلم کرنے والے کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔[3]

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ میں اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (پ ۱۵، الکہف: ۹)

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کاموں سے۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۴۲)

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (پ ۱۹، الشعرآء: ۲۲۷)

{مزید واقعات}

جب سرِ مبارک امام مظلوم (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا، اس ظالم اظلم یزید پلید کے پاس پہنچا، بید سے چھونے لگا، نصرانی بادشاہ روم کا سفیر موجود تھا، حیران ہو کر بولا کہ "ہمارے یہاں ایک جزیرے کے گرجا میں عیسٰی علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے، ہم ہر سال دور دور سے اس کی طرف حج کی طرح جاتے اور منتیں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی، تم نے اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو۔"

ایک یہودی نے کہا: "مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ستر پشت کا فاصلہ ہے یہود میری تعظیم کرتے ہیں اور تم نے خود اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کیا!

پھر شام سے یہ قافلہ مدینہ طیبہ کو روانہ کیا گیا، مدینہ میں پہنچنے کی تاریخ قیامت کا سامان اپنے ساتھ لائی۔ گھر گھر میں کہرام تھا، در و دیوار سے دل دکھانے اور کلیجے میں گھاؤ ڈالنے والی مصیبت ٹپکی پڑتی تھی۔

بعد کے واقعات

بعدِ شہادت آسمان سے خون برسا۔ نصرہ ازدیہ کہتی ہیں "ہم صبح کو اٹھے تو تمام برتن خون سے بھرے پائے... آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دن کو ستارے نظر آئے... ملکِ شام میں جو پتھر اٹھاتے، اس کے نیچے تازہ خون پاتے۔"

ایک روایت میں ہے سات دن آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دیواریں شہاب کی رنگی ہوئی چادریں معلوم ہوتیں ستاروں میں تلاطم نظر آتا ایک ستارہ دوسرے سے ٹکراتا۔

ابو سعید فرماتے ہیں: "دنیا بھر میں جو پتھر اٹھایا اس کے نیچے تازہ خون پایا....

آسمان سے خون برسا.... کپڑے پھٹتے پھٹتے پھٹ گئے، مگر اس کا اثر نہ جانا تھا نہ گیا.... خراسان وشام وکوفہ میں گھروں اور دیواروں پر خون ہی خون تھا۔''

علماء فرماتے ہیں''یہ تیز سرخی جو شفق کے ساتھ دیکھی جاتی ہے، شہادت مبارک سے پہلے نہ تھی، چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر یہ سرخی نمودار ہوئی۔''

{قتل امام حسین میں شریک بدبختوں کا عبرت ناک انجام }

ابوالشیخ نے روایت کی: ''کچھ لوگ بیٹھے ذکر کررہے تھے کہ جس نے امامِ مظلوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل میں کچھ اعانت کی کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہوا۔'' ایک بڈھے نے اپنے نفسِ ناپاک کی نسبت کہا کہ ''اسے تو کچھ نہ ہوا۔'' چراغ کی بتی سنبھالی، آگ نے اس شقی کو لیا، آگ آگ چلاتا فرات میں کود پڑا، مگر وہ آگ ہی نہ بجھی، یہاں تک کہ آگ میں پہنچا۔

منصور بن عمار نے روایت کی ''امام کے قاتل ایسی پیاس میں مبتلا ہوئے کہ ایک ایک مشک چڑھا جاتے اور پیاس کم نہ ہوتی۔''

سدی کہتے ہیں کہ ''ایک شخص نے کربلا میں میری دعوت کی، لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ ''جس جس نے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے خون میں شرکت کی بری موت مرا۔'' میزبان نے اسے جھٹلایا اور کہا: ''وہ شخص بھی اسی لشکر میں تھا۔'' پچھلی رات چراغ درست کرنے اٹھا، آگ نے جست کرکے اس کے بدن کو لیا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اس کا بدن کوئلہ ہوگیا تھا۔''

امام زہری فرماتے ہیں: ''ان میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہوکر مرا، کسی کا منہ کالا ہوگیا۔''

امام واقدی فرماتے ہیں: ''ایک بڈھا وقتِ شہادتِ امام موجود تھا شریک نہ

ہوا تھا، اندھا ہو گیا۔ سبب پوچھا، کہا: ''اس نے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آستینیں چڑھائے، دستِ اقدس میں ننگی تلوار لئے، سامنے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دس قاتل ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علی والہ وسلم نے اس بڈھے پر غضب فرمایا کہ ''تو نے موجود ہو کر اس گروہ کو بڑھایا؟'' اور خونِ امام کی ایک سلائی آنکھوں میں لگادی، اٹھا تو اندھا تھا۔''

سبط ابن الجوزی روایت کرتے ہیں: ''جس شخص نے سرِ مبارکِ امام مظلوم اپنے گھوڑے پر لٹکایا تھا، چند روز بعد اس کا منہ کوئلے سے زیادہ کالا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: ''تیرا چہرہ تو عرب بھر میں تر و تازہ تھا یہ کیا ماجرا ہے؟'' کہا: ''جب سے وہ سر اٹھایا ہے، ہر رات دو شخص آتے اور بازو پکڑ کر بھڑکتی آگ پر لے جا کر دھکا دیتے ہیں۔ سر جھکتا ہے، آگ چہرے کو مارتی ہے۔'' پھر نہایت برے حالوں مر گیا۔''

ایک بڈھے نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سامنے ایک طشت میں خون رکھا ہے اور لوگ پیش کئے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اس خون کا دھبا لگا دیتے ہیں، جب اس کی باری آئی، اس نے عرض کی: ''میں تو موجود نہ تھا۔'' فرمایا: ''دل سے تو چاہا تھا۔'' پھر انگشتِ مبارک سے اسکی طرف اشارہ کیا صبح کو اندھا اٹھا۔

حاکم نے روایت کی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے جبریل نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار قتل کئے اور حسین کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل فرماؤں گا۔''

(المستدرك، کتاب تواریخ المتقدمین...الخ، قصة قتل یحیٰ علیه السلام، الحدیث۴۲۰۸، ج۳، ص۴۸۵)

الحمد للہ! اللہ عزوجل نے ابن زیاد خبیث سے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بدلہ لے لیا۔

جب وہ مردود مارا گیا، اس کا سر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لا کر رکھا گیا۔لوگوں کا ہجوم تھا، غل پڑ گیا''آیا آیا۔'' راوی کہتے ہیں:''میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آ رہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابن زیاد کے سر ناپاک تک پہنچا۔ایک نتھنے میں سے گھس کر دوسرے نتھنے میں سے نکلا اور چلا گیا۔پھر غل پڑا آیا آیا، پھر وہی سانپ آیا اور یوں ہی کیا، کئی بار ایسا ہی ہوا۔''

منصور کہتے ہیں:''میں نے شام میں ایک شخص دیکھا، اس کا منہ سؤر کا منہ تھا، سبب پوچھا، کہا:''وہ مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ان کی پاک اولاد پر لعنت کیا کرتا۔'' ایک رات حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا، امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث کی شکایت کی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس پر لعنت فرمائی اور منہ پر تھوک دیا، چہرہ سؤر کا ہو گیا۔'' وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. فقط

جہنم کے دروازے پر نام

حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب منزہٌ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

''مَنْ تَرَکَ صَلَاۃً مُتَعَمِّدًا کُتِبَ اِسْمُہٗ عَلٰی بَابِ النَّارِ فِیْمَنْ یَدْخُلُھَا''

یعنی جو کوئی جان بوجھ کر ایک نماز بھی قضا کر دیتا ہے اسکا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جائے گا جس سے وہ جہنم میں داخل ہو گا۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث ۱۰۵۹۰ ج۷، ص۲۹۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

عاشوراء کے فضائل

(شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار دامت برکاتہم العالیہ کی مایہ ناز تالیف فیضانِ سنّت جلد اول سے ماخوذ)

''یا شہیدِ کربلا ہو دور ہر رنج و بلا'' کے پچّیس حُرُوف کی نسبت سے عاشوراء کی خصوصیات

﴿۱﴾ 10 محرم الحرام عاشوراء کے روز حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول کی گئی۔ {۲} اسی دن انہیں پیدا کیا گیا۔ {۳} اسی دن انہیں جنّت میں داخِل کیا گیا۔ {۴} اسی دن عرش {۵} کُرسی {۶} آسمان {۷} زمین {۸} سورج {۹} چاند {۱۰} ستارے اور {۱۱} جنّت پیدا کئے گئے {۱۲} اسی دن حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے {۱۳} اسی دن انہیں آگ سے نَجات ملی۔ {۱۴} اسی دن حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی اُمّت کو نَجات ملی اور فرعون اپنی قوم سَمیت غَرَق ہوا ﴿۱۵﴾ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے ﴿۱۶﴾ اسی دن انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا ﴿۱۷﴾ اسی دن حضرتِ سیِّدُنا نوح علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کوہِ جُودی پر ٹھہری ﴿۱۸﴾ اسی دن حضرتِ سیِّدُنا سُلیمان علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مُلکِ عظیم عطا کیا گیا ﴿۱۹﴾ اسی دن حضرتِ سیِّدُنا یُونُس علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے ﴿۲۰﴾ اسی دن حضرتِ سیِّدُنا یعقوب علٰی

نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینائی کا ضُعف دور ہوا﴿ ۲۱ ﴾اسی دن حضرتِ سیِّدُ نا یوسف علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گہرے کُنوئیں سے نکالے گئے﴿ ۲۲ ﴾اسی دن حضرتِ سیِّدُ نا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکلیف رَفع کی گئی﴿ ۲۳ ﴾آسمان سے زمین پر سب سے پہلی بارِش اسی دن نازل ہوئی اور﴿ ۲۴ ﴾اسی دن کا روزہ اُمّتوں میں مشہور تھا یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ اس دن کا روزہ ماہِ رَمَضانُ المُبارَک سے پہلے فرض تھا پھر مَنسوخ کر دیا گیا(مُکاشَفَۃُ القُلُوب ص ۳۱۱)﴿ ۲۵ ﴾امامُ الہُمام، امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ تِشنہ کام سیِّدُ نا امامِ حُسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بمع شہزادگان و رُفقاء تین دن بھوکا رکھنے کے بعد اسی عاشوراء کے روز دشتِ کربلا میں انتہائی سفّاکی کے ساتھ شہید کیا گیا۔

صَلُّوا عَلَی الحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

''یا حُسین'' کے چھ حروف کی نسبت سے مُحرَّمُ الحرام اور عاشُوراء کے روزوں کے 6 فضائل

مدینہ۱ حضرتِ سیِّدُ نا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایَت ہے حُضُور ِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: ''رَمَضان کے بعد مُحرَّم کا روزہ افضل ہے اور فَرض کے بعد افضل نَماز صلوٰۃُ اللَّیل (یعنی رات کے نوافل) ہے۔''

(صحیح مسلم، ص ۵۹۱، حدیث ۱۱۶۳)

مدینہ۲ طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے: '' مُحَرَّم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔''

(طَبَرانی فی الصغیر، ج ٢، ص ٨٧، حدیث ١٥٨٠)

یومِ موسیٰ علیہ السلام

مدینہ ٣ حضرتِ سیِّدُ نا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشادِ گرامی ہے، رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب **مدینۃُ المنوَّرہ** زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تعظِیمًا میں تشریف لائے، یہُود کو عاشوراء کے دن روزہ دار پایا تو ارشاد فرمایا: ''یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟'' عَرض کی، یہ عظمت والا دن ہے کہ اِسمیں موسٰی علیہِ الصّلٰوۃ وَالسّلام اور اُن کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نَجات دی اور فرعون اور اُس کی قوم کو ڈبو دیا۔ لٰہذا موسٰی علیہِ الصّلٰوۃ وَالسّلام نے بطورِ شکرانہ اِس دن کا روزہ رکھا، تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''موسٰی علیہِ الصّلٰوۃ وَالسّلام کی مُوافَقت کرنے میں بہ نسبت تمھارے ہم زیادہ حقدار اور زیادہ قریب ہیں۔'' تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے خُود بھی روزہ رکھا اور اِس کا حُکم بھی فرمایا۔ (صحیح البخاری، ج ١، ص ٦٥٦، حدیث ٢٠٠٤)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ عَزَّ وَجَلَّ کوئی خاص نِعمت عطا فرمائے اُس کی یادگار قائم کرنا دُرُست ومحبوب ہے کہ اس طرح اُس نِعمتِ عُظمٰی کی یاد تازہ ہوگی اور اُسکا شکر ادا کرنے کا سبب بھی ہوگا۔ خود قُراٰنِ عظیم میں ارشاد فرمایا:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ ترجَمۂ کنزالایمان: اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔ (پ ١٣، ابراھیم: ٥)

صدرُ الافاضِل حضرتِ علاّمہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ

الھادی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اَیّٰمِ اللّٰہ سے وہ دن مُراد ہیں جن میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے مَنّ وسَلْوٰی اتارنے کا دن، حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ ان ایّام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سیِّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وِلادت ومِعراج کے دن ہیں ان کی یاد قائم کرنا بھی اِس آیت کے حکم میں داخِل ہے۔

(مُلخصاً خزائن العرفان، ص۴۰۹)

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور دعوتِ اسلامی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم مسلمانوں کیلئے سُلطانِ مدینۂ منوّرہ، شَہَنْشاہِ مکّۂ مکرّمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے یومِ وِلادت سے بڑھکر کون سا دن "یومِ اِنعام" ہوگا؟ تمام نعمتیں اُنہیں کے طُفیل تو ہیں اور یہ دن عید سے بھی بہتر کہ اُنہیں کے صَدقہ میں عید بھی عید ہوئی۔ اِسی وجہ سے پیر شریف کے دن روزہ رکھنے کا سبب ارشاد فرمایا: "فِیْهِ وُلِدتُّ" یعنی اس دن میری ولادت ہوئی۔ (صحیح مسلم، ص ۵۹۱، حدیث ۱۱۶۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ تبلیغِ قراٰن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک، دعوتِ اسلامی کی طرف سے دنیا کے بے شُمار مُمالک کے لاتعداد مقامات پر ہر سال عید میلاد النبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم شاندار طریقے پر منائی جاتی ہے۔ ربیع النور شریف کی ۱۲ ویں شب کو عظیم الشّان اجتماعِ میلاد کا انعقاد ہوتا ہے اور بالخصوص میرے حسن ظن کے مطابق اُس رات دنیا کا سب سے بڑا اجتماعِ میلاد بابُ المدینہ کراچی میں مُنعَقِد ہوتا ہے۔ اور عید کے روز مرحبا یا مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی دُھومیں مچاتے ہوئے بے شمار جُلوس میلاد

نکالے جاتے ہیں جن میں لاکھوں عاشقانِ رسول شریک ہوتے ہیں۔

عیدِ میلادُ النَّبی تو عید کی بھی عید ہے
بالیقیں ہے عیدِ عیداں عیدِ میلادُالنَّبی

عاشُوراء کا روزہ

مدینہ۴ حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، ''میں نے سلطانِ دوجہان، شَہَنشاہِ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دیکر جُستجُو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ کہ عاشوراء کا دن اور یہ کہ رَمَضان کا مہینہ۔''

(صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶۵۷، حدیث ۲۰۰۶)

یہودیّوں کی مُخالَفت کرو

مدینہ۵ نبیِّ رَحمت، شفیعِ امّت، شَہَنشاہِ نُبُوَّت، تاجدارِ رسالت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یومِ عاشوراء کا روزہ رکھو اور اِس میں یہودیوں کی مخالَفت کرو، اس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا روزہ رکھو۔''

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۵۱۸، حدیث ۲۱۵۴)

عاشوراء کا روزہ جب بھی رکھیں تو ساتھ ہی نویں یا گیارہویں محرم الحرام کا روزہ بھی رکھ لینا بہتر ہے۔

مدینہ۶ حضرتِ سیِّدُنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: ''مجھے اللہ پر گُمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال قبل کے گُناہ مِٹا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم، ص ۵۹۰، حدیث ۱۱۶۲)

سارا سال آنکھیں دُکھیں نہ بیمار ہو

مُفَسّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: ''مُحرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بَہُت ثواب پائے گا۔ بال بچّوں کیلئے دسویں محرم کو خوب اچّھے اچّھے کھانے پکائے تو اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سال بھر تک گھر میں بَرَکت رہے گی۔ بہتر ہے کہ کَھچڑا پکا کر حضرتِ شہید کربلا سیِّدُنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرے بَہُت مُجرّب (یعنی مؤثر و آزمودہ) ہے۔ اسی تاریخ یعنی ۱۰ مُحرم الحرام کو غسل کرے تو تمام سال اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بیماریوں سے امن میں رہے گا کیونکہ اس دن آبِ زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج ٤، ص ١٤٢، کوئٹہ۔ اسلامی زندگی، ص ٩٣)

سرورِ کائنات، شاہ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یومِ عاشوراء اثمد سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اسکی آنکھیں کبھی بھی نہ دُکھیں گی۔

(شعب الایمان، الحدیث ٣٧٩٧، ج ٣، ص ٣٦٧۔ فیضان سنت، ص ١٣٤٧ تا ١٣٥٤)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

یکم محرم الحرام کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 130 بار لکھ کر (یا لکھوا کر) جو کوئی اپنے پاس رکھے (یا پلاسٹک کوٹنگ کروا کر کپڑے، ریگزین یا چمڑے میں سلوا کر پہن لے) ان شآءَ اللہ عزوجل عمر بھر اس کو یا اس کے گھر میں کسی کو کوئی برائی نہ پہنچے۔

(شمس المعارف مترجم، ص ٧٣۔ فیضان سنت، ص ١٣٦)

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب کا نام	مطبوعہ
1	تفسیر خزائن العرفان	ضیاء القرآن باب المدینہ
2	صحیح البخاری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
3	سنن الترمذی	دار الفکر بیروت
4	المعجم الکبیر	دار احیاء التراث العربی بیروت
5	مجمع الزوائد	دار الفکر بیروت
6	حلیۃ الاولیاء	دارالکتب العلمیۃ بیروت
7	الترغیب و الترھیب	دارالفکر بیروت
8	منبہات ابن حجر عسقلانی	نوری کتب خانہ مرکز الاولیاء
9	مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ضیاء القرآن باب المدینہ
10	ملفوظات اعلی حضرت	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
11	الفتاویٰ المصطفویۃ	شبیر برادرز لاہور
12	تاریخ بغداد	دار الکتب العلمیۃ بیروت
13	الکامل فی التاریخ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
14	الطبقات الکبریٰ	دارالکتب العلمیۃبیروت
15	مکاشفۃ القلوب	دارالکتب العلمیۃ بیروت
16	شرح الصدور	برکات رضا ہند
17	کشف المحجوب(فارسی)	مرکز الاولیاء (لاہور)
18	مطالع المسرات	نوریہ رضویہ سردار آباد(فیصل آباد)
19	الرسالۃ القشیریۃ	دارالکتب العلمیۃبیروت
20	گلستان سعدی	

مجلس المد ینة العلمیة کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمة الله تعالیٰ علیه﴾

(۱) کرنسی نوٹ کے مسائل: یہ کتاب (کِفلُ الفَقِیهِ الفَاهِمِ فِي اَحکَامِ قِرطَاسِ الدَّرَاهِم) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔جس میں نوٹ کے تبادلے اوراس سے متعلق شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔(کل صفحات:199)

(۲)ولایت کا آسان راستہ (تصورِشیخ): یہ رسالہ(اَلیَاقُوتَةُ الوَاسِطَةُ) کی تسہیل و تخریج پر مشتمل ہے۔جس میں پیرومرشد کے تصوّر کے موضوع پر وارِد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔(کل صفحات:60)

(۳) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان):اس رسالے میں تمہیدِ ایمان کے مشکل الفاظ کے معانی اورضروری اصطلاحات کی مختصر تشریحات درج کی گئی ہیں۔(کل صفحات:74)

(٤)کامیابی کے چار اصول (حاشیہ وتشریح تدبیرفلاح ونجات واصلاح) اس رسالے میں پورے عالم اسلام کے لیے چار نکات کی صورت میں معاشی حل پیش کیا گیا ہے۔(کل صفحات:41)

(۵) شریعت وطریقت: یہ رسالہ (مَقَالُ العُرَفَاءِ بِإِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءِ)کاحاشیہ ہے۔اس عظیم رسالے میں شریعت اورطریقت کوالگ الگ ماننے والے جاہلوں کی صحیح رہنمائی کی گئی ہے۔(کل صفحات:57)

(٦) ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَالٍ) : اس رسالے میں چاند کے ثبوت کے لئے مقررشرعی اصول وضوابط کی تفصیلات کا بیان ہے۔(کل صفحات:63)

(۷) عورتیں اور مزارات کی حاضری: یہ رسالہ(جُملُ النُّورِ فِي نَهيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ القُبُوْرِ) کا حاشیہ ہے۔اس رسالے میں عورتوں کے زیارتِ قبور کے لئے نکلنے سے متعلق شرعی حکم پر وارِد ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات شامل ہیں۔(کل صفحات:35)

(۸) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (إِظْهَارُ الحَقِّ الجَلِيِّ):اس رسالے

میں امامِ اہلِ سنّت علیہ رحمۃ الرحمٰن پر بعض غیر مقلّدین کی طرف سے کیئے گئے چند سوالات کے مدلّل جوابات بصورتِ انٹرویو درج کیئے گئے ہیں۔ (کل صفحات:100)

(۹) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ یہ رسالہ(وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَةِ الْعِیْدِ) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔اس رسالے میں عیدین میں گلے ملنے کو بدعت کہنے والوں کے رد میں دلائل سے مزیّن تفصیلی فتویٰ شامل ہے۔(کل صفحات:55)

(۱۰) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل : یہ رسالہ(رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) کی تسہیل وتخریج پر مشتمل ہے۔یہ رسالہ پڑوسیوں اور فقراء سے خیرخواہی اور وباء کوٹالنے کے لیے صدقہ کے فضائل پر مشتمل احادیث وحکایات کا بہترین مجموعہ ہے۔(کل صفحات:40)

(۱۱)والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق : یہ رسالہ(اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ) کی تسہیل وحاشیہ اورتخریج پر مشتمل ہے،اس میں والدین،اساتذۂ کرام،احترام مسلم اوردیگرحقوق کا تفصیلی بیان ہے۔(کل صفحات:135)

(۱۲)دعاء کے فضائل: یہ رسالہ(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنُ الْوِعَاءِ) کی حاشیہ وتسہیل اورتخریج پر مشتمل ہے،جس میں دعاء سے متعلق تفصیلی احکام کا بیان ہےاور ہر ہر موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔(کل صفحات:140)

شائع ہونے والی عربی کتب:

ازامام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱)کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ (کل صفحات:74)۔ (۲) تَمْهِیْدُ الْاِیْمَان ۔ (کل صفحات:77) (۳) اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَة (کل صفحات:62)۔ (۴) اِقَامَةُ الْقِیَامَةِ (کل صفحات:60) (۵) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِیْ (کل صفحات:46) (۶) اَجْلَی الْاِعْلَامِ (کل صفحات:70) (۷) اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِیَّةُ (کل صفحات:93) (۸)جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ۔(کل صفحات:570)

شعبہ اصلاحی کتب

(۱)خوفِ خدا عزوجل:اس کتاب میں خوفِ خداعزوجل سے متعلق کثیر آیاتِ کریمہ،احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال واحوال کے بکھرے ہوئے موتیوں کو سلکِ تحریر میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔(کل صفحات:160)

(۲) انفرادی کوشش: اس کتاب میں نیکی کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے لئے انفرادی کوشش کی ضرورت،اس کی اہمیت،اس کے فضائل اور انفرادی کوشش کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ (کل صفحات:200)

(۳) فکرِ مدینہ:اس کتاب میں فکرِ مدینہ(یعنی محاسبہ) کی ضرورت،اس کی اہمیت،اس کے فوائداور بزرگانِ دین کی فکرِ مدینہ کے''131'' واقعات کو جمع کیا گیا ہے نیز مختلف موضوعات پرفکرِ مدینہ کرنے کا عملی طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔(کل صفحات:164)

(٤) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟:اس رسالے میں اُن تمام مسائل کا حل بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عموماً ایک طالب علم کو امتحانات کی تیاری کے دوران درپیش ہوسکتے ہیں۔(کل صفحات:132)

(۵)نمازمیں لقمہ کے مسائل: نماز میں لقمہ دینے یا لینے کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب جس میں مختلف صورتوں کا حکم اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے ایک جگہ جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔(کل صفحات:39)

(٦) جنت کی دوچابیاں :زبان وشرم گاہ کی حفاظت سے متعلق امور پر مشتمل ہے۔ (کل صفحات:152)

(٧) کامیاب استاذ کون؟ اس کتاب میں ان تمام امور کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تعلق تدریس سے ہوسکتا ہے مثلاً سبق کی تیاری،سبق پڑھانے کا طریقہ،سننے کا طریقہ علیٰ ھذا القیاس۔(کل صفحات:43)

(٨) نصابِ مدنی قافلہ:اس کتاب میں مدنی قافلہ سے متعلق اُمور کا بیان ہے،مثلاً

مدنی قافلہ کی اہمیت، مدنی قافلہ کیسے تیار کیا جائے، مدنی قافلہ کا جدول، اس جدول پر عمل کس طرح کیا جائے، امیر قافلہ کیسا ہونا چاہیئے ؟ اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد کتاب ہے۔ (کل صفحات:196)

(۹) فیضانِ احیاء العلوم : یہ کتاب امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مایہ ناز کتاب ''اِحیَاءُ عُلُوْمِ الدِّین'' کی تلخیص وتسہیل ہے جسے درس دینے کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ اخلاص، مذمت دنیا، توکل، صبر جیسے مضامین پر مشتمل ہے۔ (کل صفحات:325)

(۱۰)حق وباطل کا فرق: یہ کتاب حافظ ملت عبدالعزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف (اَلْمِصْبَاحُ الْجَدِیْد) ہے جسے ''**حق وباطل کا فرق**'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عقائد حقہ وباطلہ کے فرق کو نہایت آسان انداز میں سوالاً جواباً پیش کیا ہے جس کی وجہ سے کم تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کا آسانی سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ (کل صفحات:50)

(۱۱)تحقیقات: یہ کتاب فقیہ اعظم ہند، مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے، تحقیقی انداز میں لکھی گئی اس کتاب میں بدمذھبوں کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ متلاشیانِ حق کے لئے نور کا مینارہ ہے۔ (کل صفحات:142)

(۱۲) اربعین حنفیہ : یہ کتاب فقیہ اعظم حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے۔ جس میں نماز سے متعلق چالیس احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور اختلافی مسائل میں حنفی مذہب کی تقویت نہایت مدلل انداز میں بیان کی گئی ہے۔ (کل صفحات:112)

(۱۳) طلاق کے آسان مسائل : اس فقہی کتاب میں مسائل طلاق کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے جس کی بنا پر طلاق سے متعلق عوام الناس میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا کافی حد تک ازالہ ہوسکتا ہے۔ (کل صفحات:30)

(۱٤) توبہ کی روایات وحکایات : توبہ کی اہمیت وفضائل اور توبہ کرنے والوں کی حکایات پر مشتمل کتاب ہے۔ (کل صفحات:124)

(۱۵)آداب مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے): مرشدِ کامل کے آداب سمجھنے کیلئے ''**آدابِ مُرشِدِ کامل**'' کے **مکمل پانچ حصوں** پر مشتمل اس کتاب میں شریعت وطریقت سے

متعلق ضَروری معلومات پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔(کل صفحات:تقریباً200)

(۱۶) کامیاب طالب علم کیسے بنیں؟ :اس کتاب میں علم کے فضائل، طلبِ علم کی نیتوں، اسباق کی پیشگی تیاری اور ترجمے میں مہارت حاصل کرنے کا طریقہ، کامیاب طالب العلم کون؟ وغیرھم موضوعات کا بیان ہے۔(کل صفحات:تقریباً63)

(۱۷) ٹی وی اور مُووی: اس رسالے میں ٹی وی اور مُووی کے ناجائز استعمال کی تباہ کاریوں اور جائز استعمال کی مختلف صورتوں اور فی زمانہ اس کی ضرورت کا بیان ہے۔(کل صفحات:32)

(۱۸) فتاوی اھل سنت :اس سلسلے میں سات حصے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۹) مفتیٔ دعوتِ اسلامی :دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رُکن مفتی محمد فاروق العطاری المدنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے حالاتِ زندگی پر مشتمل تالیف ہے۔

(۲۰) تنگ دستی کے اسباب :اس رسالے میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تنگدستی کے اسباب اور آخر میں ان کا حل بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔(کل صفحات:33)

(۲۱) عطاری جن کا غسلِ میت :جنّات سے متعلق معلومات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے۔(کل صفحات:24)

(۲۲) غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ **کے حالات** :حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی سیرتِ مبارکہ اور دلچسپ حکایات پر مشتمل کتاب ہے۔(کل صفحات:106)

(۲۳) قبر کھل گئی :اس کتاب میں مذہبِ اِسلام کی حقانیت پر مبنی، عاشقانِ رسول کی قبریں کھلنے کے ایمان افروز واقعات ہیں۔(کل صفحات:48)

(۲٤) قبرستان کی چڑیل :اس رسالے میں بھی جنات کے حوالے سے معلومات ہیں۔(کل صفحات:24)

(۲۵) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات: اس رسالے میں مجلس فیضانِ قرآن کا تعارف اور جیل خانہ جات میں پیش آنے والی مدنی بہاروں کا تذکرہ ہے۔(کل صفحات:24)

﴿شعبہ تراجمِ کتب﴾

(۱) شاھراہ اولیاء: یہ رسالہ سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصنیف ''**مِنھَاجُ الْعَارِفِیْنَ**'' کا ترجمہ وتسہیل ہے۔اس رسالے میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مختلف موضوعات کے تحت منفرد انداز میں غور وفکر یعنی ''**فکرِ مدینہ**'' کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔(کل صفحات:36)

(۲) حسنِ اخلاق: یہ کتاب دنیائے اسلام کے عظیم محدث سیدنا امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شاہکار تالیف ''**مَکَارِمُ الْاَخْلَاق**'' کا ترجمہ ہے۔اس کتاب میں امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اخلاق کے مختلف شعبوں کے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔(کل صفحات:74)

(۳)اَلدَّعْوَۃُ اِلَی الْفِکْرِ (عربی): یہ کتاب ''دعوتِ فکر'' کا عربی ترجمہ ہے جس میں بدمذہبوں کو اپنی رَوِش پر نظر ثانی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔(کل صفحات:148)

(٤) راہِ علم: یہ رسالہ ''تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیقَ التَّعَلُّم'' کا ترجمہ وتسہیل ہے جس میں ان امور کا بیان ہے جن کی رعایت راہِ علم پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے۔اوران باتوں کا ذکر ہے جن سے اجتناب معلم ومتعلم کے لئے ضروری ہے۔(کل صفحات:102)

(۵) بیٹے کو نصیحت: یہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتاب ''**اَیُّھَا الْوَلَد**'' کا اردو ترجمہ ہے۔بچوں کی تربیت کے لیے لاجواب کتاب ہے اس میں اخلاص، مذمت مال اور توکل جیسے مضامین شامل ہیں۔ (کل صفحات:64)

(٦)جنت میں لے جانے والے اعمال: یہ حافظ محمد شرفُ الدین عبدالمؤمن بن خَلف دِمیاطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تالیف ''**اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح**'' کا ترجمہ ہے۔اس کتاب میں مختلف نیک اعمال مثلاً حصولِ علم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دیگر صدقات، تلاوتِ قرآن، صبر، حسن اخلاق، توبہ، خوفِ خدا عزوجل اور درود پاک کے ثواب کے بارے میں دو ہزار **2000** سے زائد احادیث موجود ہیں۔(تقریباً 1100 صفحات)

﴿شعبہ درسی کتب﴾

(۱)تعریفاتِ نحویہ: اس رسالہ میں علم نحو کی مشہور اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ و توضیحات جمع کردی گئی ہیں۔(کل صفحات:45)

(۲) کتاب العقائد: صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف کردہ اس کتاب میں اسلامی عقائد اور حدیثِ پاک کی روشنی میں قیامت سے پہلے پیدا ہونے والے تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت (کذّابوں) میں سے چند کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب کئی مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔(کل صفحات:64)

(۳) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر: یہ کتاب فنِ اصول حدیث میں لکھی گئی امام حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے مثال تالیف **''نُخبۃُ الفکر فِی مُصطَلِحِ اَھلِ الْاَثَرِ''** کی عربی شرح ہے۔اس شرح میں قوت وضعف کے اعتبار سے حدیث کی اقسام، ان کے درجات اور محدثین کی استعمال کردہ اصطلاحات کی وضاحت درج کی گئی ہے۔طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔(کل صفحات:175)

(٤) اربعین النوویہ (عربی): علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف جوکہ کثیر مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔اس کتاب کو خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔(کل صفحات:121)

(۵)نصاب التجوید: اس کتاب میں درست مخارج سے حروفِ قرآنیہ کی ادائیگی کی معرفت کا بیان ہے۔مدارس دینیہ کے طلبہ کے لئے بے حد مفید ہے۔(کل صفحات:79)

(٦) گلدستہ عقائد واعمال: اس کتاب میں ارکانِ اسلام کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔(کل صفحات:180)

﴿شعبہ تخریج﴾

(۱)عجائب القرآن مع غرائب القرآن: اس کتاب کی جدید کمپوزنگ، پرانے نسخے سے مطابقت اور نہایت احتیاط سے پروف ریڈنگ کی گئی ہے۔حوالہ جات کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ (کل صفحات:206)

(۲)جنتی زیور: یہ کتاب اسلامی مسائل وخصائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے، اس میں زندگی گزارنے

سے متعلق تقریباً تمام ہی شعبوں کا تذکرہ ہے،خواہ اعتقادات کا بیان ہو یا عبادات کا،معاملات ہوں یا اخلاقیات تقریباً سبھی کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آسان پیرایہ میں اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔(صفحات:679)

(۳،۴،۵) بہارِ شریعت : فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب **''بہارِ شریعت''** جو عقائدِ اسلامیہ اوران سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے۔تمام حوالہ جات کی حتی المقدور تخریج کرنے کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی بھی حاشیے میں لکھ دیئے گئے ہیں۔اس کے اب تک (۴) حصے شائع ہو چکے ہیں،بقیہ پر کام جاری ہے۔

(۶)اسلامی زندگی :**اس** کتاب میں ان رسومات کا بیان ہے جو معمولی فرق کے ساتھ پاک وہند میں رائج ہیں۔اس کتاب کو نئی کمپوزنگ،مکرر پروف ریڈنگ،ضروری تسہیل وحواشی،دیگر نسخوں سے مقابلے،آیاتِ قرآنی کے ترجمے ومحتاط تطبیق اور تصحیح،حوالہ جات کی تخریج،عربی وفارسی عبارات کی درستگی اور پیرابندی وغیرہ،نیز مآخذ ومراجع کی فہرست کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔